جمادی الاولی ۱۴۴۵ھ December 2023

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور



دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

مدرسہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

جلد نمبر ۲۹

شمارہ نمبر ۸

جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ

دسمبر ۲۰۲۳ء

زر تعاون

فی شمارہ ——— ۳۰ روپیے

سالانہ زر تعاون ——— ۳۰۰ روپیے

بیرون ملک سالانہ ——— ۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE

SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA

Ph: 0132-2655542

Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا!

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

اسلام کے اولین دور ہی سے اسلام کے خلاف سازشیں رچی گئیں ،لیکن رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس وجود کی برکت سے اللہ نے دشمنان اسلام کو ہر محاذ پر ناکام کیا، پھر اخیار امت صحابۂ کرام کے عہد مبارک میں دشمنان اسلام اپنی شاطرانہ وعیارانہ چالبازیوں میں کامیاب ہوگئے اور نتیجہ میں مسلمانوں کے درمیان تفریق کی تخم ریزی ہوگئی جس سے اسلام کی شیرازہ بندی کو زبردست اور ناقابل تلافی نقصان پہنچا، دشمنان اسلام کی یہ شرارتیں مسلسل جاری رہیں بالآخر بارہویں صدی عیسوی کے آخر میں عظیم مسلمان فاتح سلطان صلاح الدین ایوبی نے ارض فلسطین کو فتح کرلیا، یہی زخم آج تک ہرا ہے، دوسرے سلطنت عثمانیہ کے دور میں بار بار یورپین ممالک کو زک پہنچتی رہی، ان وجوہات کی بنا پر وہ مجبور ہوئے کہ وہ اسلام کو اپنے مفادات کی راہ میں خطرہ سمجھیں، انھیں ہر وقت یہ خوف رہنے لگا کہ اگر مسلمانوں کی جمعیت باقی رہی، ان کا اتحاد اور ان کی خلافت قائم رہی تو یقیناً پوری دنیا میں انہیں کا بول بالا ہوجائے گا، اس لیے بڑی سازشوں اور کوششوں سے سلطنت عثمانیہ کو ختم کردیا گیا۔

اکیسویں صدی عیسوی میں اسلام دشمن طاقتیں اپنے عروج پر پہنچی ہوئی ہیں ، دشمنان اسلام ایک جُٹ ہوکر صبح وشام اسی امر کے لیے کوشاں ہیں کہ مسلمانوں کے اندر سے ان کا دینی استحکام، اسلامی تشخص ختم کردیا جائے ،صرف نام نام مسلمانوں کا رہ جائے اور اسلام کی اصل روح جو انہیں جری بناتی ہے، اللہ کے علاوہ ہر ایک سے بےخوف بنادیتی ہے اس کو ختم کردیا جائے ، انھیں ذہنی طور سے مفلوج بنادیا جائے کہ پھر اسلامی بیداری اور اس کی اصل روح ان سے یکسر ختم ہوجائے۔

اس وقت فلسطینی مسلمانوں پر جو ظلم وستم اور زیادتی ہورہی ہے اس سے پورا عالم بے چین، پریشان اور خود کو اذیت میں محسوس کررہا ہے، یہودی ذہنیت رکھنے والے اسرائیلی درندے اپنے اقتدار کی بالادستی

کے لئے جبر واستبداد کی انتہا کئے ہوئے ہیں، اور ایسا صرف اسلام کی بالادستی کو ختم کرنے اور اس کی روشن تعلیمات جو انسان کے فطری تقاضوں سے بالکل ہم آہنگ ہیں اسے دنیا سے ختم کر کے غیر اسلامی تہذیب وتمدن کو رواج دینے کے لئے ہے۔

یہودی ذہنیت تاریخ کے ہر دور میں اپنے علاوہ کی ترقی میں رکاوٹ بنی رہی اور اپنے احساس برتری کو باقی رکھنے کے لیے منظم انداز سے خودساختہ اصولوں کی بنیاد پر امن وسکون اور باہمی اتحاد واتفاق کی فضا کو مسموم کرتی رہی، اور اپنی عظمت، امارت اور حکومت کرنے کے لیے صدیوں خفیہ کانفرنسیں کرتی رہی۔ بالآخر ۱۸۹۷ء میں انھوں نے بڑے غور وخوض کے بعد اپنی تمام تر مساعی ان تین نکات پر مرکوز کرنے کا فیصلہ کیا۔

۱— یہودیوں کے لیے ایک قومی وطن کا قیام۔

۲— دنیا کے مالی نظام پر قبضہ وتسلط۔

۳— اسلامی ممالک کو نیست ونابود کرنا۔

مذکورہ بالا تین نکات کی روشنی میں باقاعدہ ایک دستور مرتب کیا گیا جس پر دنیا کے تمام یہودی نمائندوں نے اپنے اپنے دستخط کئے۔ یہی دستاویز ”یہودی پروٹوکول“ کے نام سے جانی جاتی ہے۔

۱۹۲۰ء سے دنیا کے مختلف خطوں سے یہود آکر فلسطین میں آباد ہونے لگے اور ۱۹۳۵ء تک فلسطین میں ساٹھ ہزار یہودی آباد کئے جاچکے تھے پھر یہ تعداد جیسے جیسے بڑھتی گئی باہمی خانہ جنگی میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی بات کی جانے لگی بالآخر ۱۹۴۸ء میں فلسطین میں اسرائیل نامی ایک یہودی ملک کے قیام کا اعلان کردیا جاتا ہے اس طرح غاصبانہ طور پر ایک نیا ملک دنیا کے نقشہ پر ابھر آتا ہے اور یہودیوں کا سب سے پہلا منصوبہ عملاً سامنے آتا ہے۔

پھر اس شاطر ذہنیت نے اسرائیل کو مضبوط تر کرنے اور عربوں کے داخلی انتشار واختلاف کو ہوا دینے پر زیادہ توجہ دی۔ اسرائیل کو ایٹمی طاقت بنانے کا منصوبہ تیزی سے پورا ہونے لگا۔

گذشتہ چند سالوں کا تجزیہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عالم اسلام جس سے یہودی دنیا سب سے زیادہ خائف ہے ہمیشہ ایک نئے فتنہ سے دوچار رہا ہے۔

پوری دنیا اور خاص طور سے عالم اسلام میں جو کرب وبے چینی پائی جارہی ہے اگر اس کا واقعی جائزہ لیا

جائے تو صرف اور صرف یہی بات سامنے آئے گی کہ کچھ اشتعال انگیز مسائل بشکل مصائب امت مسلمہ کے درمیان اٹھا کر دشمنان اسلام، اسلام کی شبیہہ کو داغدار کرنا چاہتے ہیں اور حامیان اسلام کے دلوں سے اسلامی تہذیب، اسلامی فکر کے ساتھ مسلمانوں کو غور وفکر اور تدبر کا موقع ہی نہیں دینا چاہتے بلکہ اس میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی ہوجاتے ہیں اس لیے کہ بقول انہیں کے ان کے پاس میڈیا کا سرکش گھوڑا ہے اس کی باگ انہیں کے ہاتھ میں ہے وہ جب چاہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں اس کو موڑ دیتے ہیں۔

آج پورا عالم اسلام کرب وبے چینی محسوس کر رہا ہے، مصائب اور مشکلات کے طوفانوں میں گھرا ہوا ہے، مسلم امت دنیا کی دیگر اقوام کے طعنوں کا شکار ہو رہی ہے، مادی اور معاشی مسائل کھڑے کئے جا رہے ہیں تا کہ ان کا عرصۂ حیات تنگ سے تنگ ہوجائے، سیاسی طور پر انھیں مستحکم نہیں ہونے دیا جا رہا ہے، اقتصادی ترقیات کے تمام دروازے بند کئے جا رہے ہیں مختصر یہ کہ یہ وقت مسلمانان عالم کے لئے آلام ومصائب سے بھرا ہوا تاریخ کا تاریک ترین دور ہے۔

مسلمانوں پر ایک شاندار دور بھی گزرا ہے جب کہ دلوں پر ایمان ویقین کی حکمرانی تھی، صرف خوفِ خدا اور تقویٰ سے ہر دل آباد و تازہ تھا، مادی وسائل کی افراط تھی، اقتصادی اعتبار سے مسلمان مضبوط تھے، سیاسی طور پر انھیں استحکام حاصل تھا، وہ اغیار کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ ومامون تھے، ایسا اس لئے تھا وہ اپنے اعمال کا محاسبہ اور اقوال کا جائزہ لیتے تھے، اگر خدانخواستہ کوئی آسمانی مصیبت پیش آجاتی یا دنیاوی مشکلات کا سامنا ہوجاتا تھا تو پھر اپنے اعمال کی درستگی میں سرگرم ہوجاتے تھے۔ اللہ کی طرف رجوع بڑھ جاتا تھا، اطاعت وبندگی میں زیادتی پیدا ہوجاتی تھی، گویا حوادث وآفات اور مصائب ومشکلات سے سبق لینے اور اپنے کو سدھارنے کی فکر بڑھ جاتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ طوفان کا رخ پھیر دیتے تھے اور نصرت خداوندی ان کی دستگیری کرتی تھی۔ تاریخ میں ایک دو نہیں ہزاروں واقعات موجود ہیں۔

آج ہم نے ماضی سے سبق لینا چھوڑ دیا ہے، اپنی اسلامی تہذیب اور امتیاز کو فرسودہ اور ازکاررفتہ سمجھ لیا ہے، اپنی کامیابی اور سعادت کے لئے ہم نے مغرب کی تقلید کر لی ہے اور اسی کی ظاہری چمک دمک کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، جبکہ اس کی آب وتاب ''جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری'' کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ اس تہذیب مغرب نے اپنے خنجر سے خود کو کتنا زخمی کیا اس کا اندازہ مغربی اور یوروپی معاشرے کی بد

امنی، فحاشی، اخلاقیات کا فقدان اور اقدار کے عدم احساس سے کیا جا سکتا ہے۔

ترقی اور نئی تہذیب کے حسین عنوان سے مغرب اور اہل مغرب نے کیا کیا گل کھلائے ہیں اس کی ایک ہلکی سی جھلک:

۱۔ مغرب نے دنیا کو مادہ پرستی کا نظریہ دے کر اس کی تائید کے لیے سیکولرزم، اشتراکیت، نظریۂ ارتقاء، جنس پرستی، سرمایہ داریت وغیرہ جیسے نظریات جو نقل وعقل دونوں اعتبار سے مردود، اور ناقابل قبول ہیں کو رائج کیا، جس سے دنیا الحاد اور بے دینی کی لپیٹ میں آ گئی، اور اللہ، دین، آخرت کو فراموش کر بیٹھی اور لکن ظلموا أنفسهم کا شکار ہوگئی؛ یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

۲۔ فیشن اور مغربی کلچر کے نام پر حیاء اور عفت اور عصمت کو پامال کر دیا، فحاشی، ہم جنسی پرستی کو خوب فروغ دیا۔

۳۔ عورتوں کو "حقوق نسواں" مساوات اور آزادی کے نام پر سڑکوں اور ٹیلی ویژن کے پردے پر عریاں کر کے لاکھڑا کیا، جس نے دنیا میں ایسی تباہی مچائی کے الامان والحفیظ، خود عورت غیر محفوظ ہوگئی ہزاروں عورتیں شہوت کی خاطر یا تو قتل کر دی گئیں یا تو خودکشی کر بیٹھیں۔

۴۔ کھیل کود، ٹی وی، سیریز وغیرہ کو فروغ دے کر دنیا کو بے کار اور بے سود چیزوں میں مشغول رکھ کر دنیا کے افراد کو دنیوی واخروی ترقی سے محروم رکھا جا رہا ہے تا کہ مغرب کی اجارہ داری تا دیر قائم رہ سکے۔

۵۔ آسائش وآرائش، زیب وزینت، عیش وعشرت کی نئی نئی مصنوعات مارکیٹ میں پیش کر کے انسان کو صرف بدن اور اپنی فانی دنیا میں منہمک کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے تا کہ روحانیت کی طرف توجہ ہی نہ ہو۔

٦۔ سودی نظام کو ایسا کر دیا گیا کہ اس کے بغیر ترقی ممکن نہیں، حالاں کہ یہ ایک سازش ہے، جس کے ذریعہ پوری دنیا کو مغرب نے اپنا مقروض بنا دیا اور اپنے زیرنگیں کر لیا ہے، تا کہ پورے طور پر دنیا میں اپنا سکہ برقرار رکھ سکے، اور اس کی اجارہ داری قائم رہ سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مغرب کا ماضی حال اور مستقبل، قتل وغارت گری، ظلم وزیادتی، مکر وفریب، تخریبی تحریکات کا قیام جیسے انتہائی پرخطر اور امن کے لئے مضر امور سے سیاہ ہے اور رہے گا۔ اس سے کبھی خیر کی

امید نہیں کی جاسکتی، مغرب سے خیر کی امید گویا نیم کے درخت سے آم کی توقع کے مترادف ہے۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے اصحاب کہف کے واقعہ کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کیا، اسی ذیل میں حضرت شیخ سرہندی، مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں بڑی عجیب بات تحریر فرماتے ہیں :

بظاہر اصحاب کہف کا کوئی قابل ذکر کارنامہ نہیں، مگر پھر بھی قرآن نے ان کے واقعہ کو ذکر کیا۔غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک تو وہ مومنین کی جماعت تھی، قرآن نے کہا: انهم فتية آمنوا بربهم وہ چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تھے۔آگے بیان کیا: فقالوا ربنا رب السموات و الارض لن ندعو من دونه الٰهة انہوں نے کہا، ہمارا پرودگار تو وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پروان چڑھایا، ہم ہرگز اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو نہیں پکاریں گے۔

یہ اور اس کے بعد والی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کفر اور اہل کفر سے بیزاری کا اعلان کیا، اللہ کی نگاہ میں سب سے بڑا کارنامہ ٹھہرا۔

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ اور دیگر اقوام کے عادات، اطوار و نظریات، افکار، اعتقادات، کلچر، تہذیب و تمدن، معاشرت و معیشت، سیاست و ریاضت، تمام امور میں بیزاری کا اعلان کرکے صرف اور صرف اسلام کے دامن کو خوب مضبوطی کے ساتھ تھام لینا چاہئے، ہمارا لباس اسلامی ہو، ہمارا رہن سہن اسلامی ہو، ہمارا طور و طریق اسلامی ہو، ہمارا ماحول اسلامی ہو، غرضیکہ ہمارا ہر کام خالص اسلام کے موافق ہو، تو انشاء اللہ کامیابی ہماری قدم بوسی کرے گی، اور ذلت اور نکبت کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی!
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہو گا!

طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد عاقل (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے
سبھاش پرنٹنگ پریس نواب گنج چوک سہارنپور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا

درسِ قرآن

ایک بڑی ذمہ داری

حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ

وَتَریٰ کَثِیْراً مِنھُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَکْلِھِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، لَوْلَایَنْھٰھُمُ الرَّبَّانِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُعَنْ قَوْلِھِمُ الْاِثْمَ وَأَکْلِھِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَصْنَعُوْن (سورہ مائدہ ۶۲-۶۳)

اور تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور ظلم اور حرام کھانے پر دوڑتے ہیں، بہت برے کام ہیں جو کررہے ہیں، کیوں نہیں منع کرتے، ان کے درویش اور علماء گناہ کی بات کے کہنے سے اور حرام کھانے سے، بہت ہی برے عمل ہیں جو کررہے ہیں۔

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہٗ لکھتے ہیں کہ:

جب خدا کسی قوم کو تباہ کرتا ہے، تو اس کے عوام گناہوں اور نافرمانیوں میں غرق ہوجاتے ہیں، اور اس کے خواص یعنی درویش اور علماء گونگے شیطان بن جاتے ہیں، بنی اسرائیل کا حال یہی ہوا کہ لوگ عموماً دنیوی لذات وشہوات میں منہمک ہوکر خدا تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کے قوانین واحکام کو بھلا بیٹھے، اور جو مشائخ اور علماء کہلاتے تھے انھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کردیا، کیونکہ حرص اور اتباع شہوات میں وہ اپنے عوام سے بھی آگے تھے، مخلوق کا خوف یا دنیا کا لالچ حق کی آواز بلند کرنے سے مانع ہوتا تھا، اسی سکوت اور مداہنت سے پہلی قومیں تباہ ہوئیں۔

امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا درجہ دین اسلام میں ''مدار اعظم'' کا ہے، یہ اتنی اہم چیز ہے کہ اسی کے واسطے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو بھیجا ہے، اگر اس کی بساط لپیٹ کر رکھ دی جائے، اور اس کے علم وعمل کا رواج بند ہوجائے تو کارِ نبوت معطل ہوکر رہ جائے، دین ودیانت میں اضمحلال پیدا ہوجائے، خرابیاں عام ہوجائیں، گمراہی پھیل جائے، جہل کا غلبہ ہوجائے، فساد کا دائرہ وسیع ہوجائے، بربادی بے انتہا ہوجائے، آبادیوں کا حال ابتر ہوجائے، بندگانِ خدا ہلاکت کے غار میں گرجائیں، اور انھیں بجز روزِ قیامت کے احساس بھی نہ ہو۔

وہ چیز جس کا ہمیں اندیشہ تھا، وہ ہوگئی إنا اللہ وإنا إلیہ راجعون، اس ''مدار اعظم'' کا علم مٹ

گیا، اس کی حقیقت فنا ہوگئی، اس کے نشانات تک باقی نہ رہے، قلوب پر مداہنت کا غلبہ ہوگیا ہے، اور خالق کا فکر وخیال دلوں سے محو ہو گیا ہے، لوگ بہائم کی طرح خواہشات وشہوات کے پیچھے چھوٹ پڑے ہیں، اور اب بساط زمین پر ایسے مومن صادق کا وجود نادر ہو گیا ہے، جسے اللہ کی راہ میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ ہو۔ (احیاء العلوم ۲/۳۰۶)

یہ ماتم امام غزالیؒ نے اپنے دور کا کیا ہے، اگر وہ ہمارے اس دور کو دیکھتے تو نہ جانے کیا فرماتے؟ اب تو رنگ ہی اور ہے، منکرات کا وہ عموم ہے کہ وہی معروف بن گئے ہیں۔ ان منکرات پر نکیر کون کرے؟ کسے یارا ہے کہ انھیں ٹوک سکے؟ حال یہ ہے کہ منکر پر نکیر کرنے والا خود مورد لعن وطعن بن جاتا ہے۔

امام غزالی نے حضرت حذیفہؓ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ :

یاتی علی الناس زمانٌ لأن تکون جیفة حمار أحب إلیهم من مو من یامرهم وینهاهم

(احیاء العلوم ۲/۳۱۱) ایک ایسا وقت بھی آئے گا، لوگ اس مومن کے مقابلے میں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہو، مردار کو پسند کریں گے۔

کون یہ کہہ سکتا ہے کہ آج یہ بات صادق نہیں آرہی ہے، اب منکرات پر نکیر تو درکنار، ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، اگر کوئی اتفاق سے ٹوک دے، تو ان لوگوں کی بھی پیشانیوں پر بل آجاتا ہے جو معروف اور منکر کو سمجھتے ہیں، گویا جس کے جو جی میں آئے کرتا جائے، تنظیم بنا کر، یا انفرادی طور پر بس اتنی شرط ہے کہ بظاہر وہ کام مثبت رنگ کا ہو، خواہ قرآن وسنت سے میل نہ کھاتا ہو، خواہ وہ غیروں کی نقالی میں ہو، خواہ اس سے دینی احکام پر زد پڑتی ہو، لیکن اسے کوئی نہ ٹوکے، کیونکہ فرض کرلیا گیا ہے کہ ٹوکنا تخریب ہے، احتساب کی اجازت کوئی نہیں دیتا، ہر شخص اور ہر جماعت اپنی رائے پر نازاں ہے۔

امام احمد بن حنبل، امام ترمذی، امام ابوداؤد علیہم الرحمہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ :

بنی اسرائیل جب معاصی میں پڑے، تو اولاً ان کے علماء نے منع کیا، مگر وہ نہیں مانے، لیکن اس کے باوجود وہ علماء ان کے ساتھ ان کی مجالس میں بیٹھتے رہے، ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے رہے، پس اللہ نے ایک دوسرے کے قلوب کو باہم ٹکرا دیا، اس کے بعد ان پر حضرت داؤد اور عیسی بن مریم کے واسطے سے لعنت کی، کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے، اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ فرما رہے تھے تو ٹیک لگائے

ہوئے تھے، اتنا فرما کر سیدھے بیٹھ گئے، اور فرمایا نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، یہاں تک کہ تم ان کو روکو۔ (مشکوٰۃ شریف،تفسیر ابن کثیر)

یہ ایک آئینہ ہے جس میں ہم اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں، کیا بنی اسرائیل کا حال جو قرآن کریم اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے، ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے، اور کیا قلوب پر مداہنت خلق کا غلبہ نہیں ہے، کہیں اپنی آن اور جاہ کا خیال ہے، کہیں اپنی جماعت اور پارٹی کی حمایت کا مسئلہ ہے، کہیں اپنی قوم اور برادری کا خوف ہے، حد تو یہ ہے کہ اب نہی عن المنکر کو تخریب اور جارحیت سمجھا جانے لگا ہے اور طرح طرح کے بے بنیاد شبہات والزامات کا اسے مورد قرار دیا جاتا ہے۔

بہر کیف! ایک بڑی ذمہ داری کی چیز ہے، اس سے صرف نظر کرنا خطرناک ہے، اور اسے اختیار کرنا لوگوں کے طعن کا نشانہ بننا ہے، لیکن یہاں پر سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ایک ارشاد ضرور یاد رکھنا چاہئے، انھوں نے ایک روز خطبہ دیتے ہوئے منبر پر ارشاد فرمایا کہ: **واعلموا أن الامر بالمعروف والنهى عن المنكر لايقطع رزقاً ولايقرب أجلاً**۔ خوب سمجھ لو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے نہ رزق بند ہوگا، اور نہ موت قریب آجائے گی۔

نیز حضرت ابوسعید خدری ص کی روایت کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے، جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ عصر کے بعد تقریر فرمائی، اور قیامت تک آنے والی بہت سی باتوں کا تذکرہ فرمایا، اس میں یہ بھی فرمایا کہ: **ولا يمنعن أحداً منكم هيبة الناس أن يقول بحق إذا علمه وفى رواية إن رأى منكراً أن يغيره فبكى ابو سعيد وقال قد رأيناه فمنعتناه هيبة الناس أن نتكلم فيه** (مشکوٰۃ ۲/ ۴۳۷)

مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی ہیبت اور لوگوں کا دباؤ تمہیں حق بات کے کہنے سے رکاوٹ بن جائے، جبکہ وہ اس حق بات کو جانتا ہو، پھر حضرت ابوسعید خدریؓ رو پڑے، اور فرمایا کہ ہم نے تو اسے دیکھ لیا، چنانچہ لوگوں کی ہیبت نے ہمیں حق بات کہنے سے روک دیا۔ **أللّٰهم وفقنا لما تحب وترضىٰ من القول والعمل والفعل والنية والهدىٰ إنك علىٰ كل شئ قدير**۔

تسلسل کے لئے ستمبر ۲۰۲۳ء کا شمارہ دیکھیں

انوار حدیث

جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری

استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خُلُقاً و خيار كم خيار كم لنسائهم (رواہ الترمذی فی الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجہا ۱/ ۲۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین میں سب سے کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو ان میں سب سے اچھے اخلاق والے ہیں، اور تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے سب سے بہتر ہوں۔

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خير كم خير كم لأهله، و أنا خير كم لأهلي (رواہ الترمذی فی المناقب ۲/ ۲۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے سب سے اچھا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم میں سب سے اچھا ہوں۔

ان حدیثوں میں عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھے برتاؤ کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کو مرد کے اچھا ہونے کی نشانی اور علامت قرار دیا گیا ہے۔

اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام نے عورت کو جس عزت واحترام اور حقوق سے نوازا ہے وہ اسے کہیں اور حاصل نہیں ہوا، اور اسلام نے عورت کے حقوق، عزت واحترام اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کی آواز جس زمانے اور جس ماحول میں بلند کی، ذرا اس زمانہ اور ماحول کا جائزہ لیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس وقت عورت انتہائی مظلوم تھی، اس پر تشدد عام تھا، وہ اپنے حقوق سے محروم تھی، معاشرہ میں اسے کوئی عزت اور قدر ومنزلت حاصل نہیں تھی، وہ ایک بے حیثیت شئی، بلکہ انسانیت کے لئے ننگ وعار سمجھی

جاتی تھی۔

چنانچہ یونان قدیم میں عورت ہر قسم کے حقوق اور آزادی سے محروم تھی، اسے ایسے بڑے گھروں میں رہنا ہوتا تھا جو راستہ سے دور، کم کھڑکیوں والے ہوتے تھے، اور ان کے دروازوں پر پہرے دار مقرر رہا کرتے تھے، مہذب محفلوں میں عورتوں کے جانے کی بہت کم اجازت ہوا کرتی تھی، علم اور تہذیب وتمدن سے عورت کا کوئی واسطہ نہ تھا۔

اسی طرح انگلستان میں عورت کو ہر قسم کے شہری حقوق سے محروم رکھا گیا تھا، تعلیم کے دروازے اس پر بند تھے، صرف چھوٹے درجہ کی مزدوری کے علاوہ کوئی کام نہیں کرسکتی تھی، شادی کے وقت اسے اپنی ساری املاک سے دست بردار ہونا پڑتا تھا۔

ہندو دھرم میں عورت کی حیثیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ منو کے قوانین کی رو سے شوہر بیوی کا سرتاج ہے، اسے اپنے شوہر کو ناراض کرنے والا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے، حتی کہ وہ اگر دوسری عورتوں سے تعلقات رکھے، یا مرجائے، تب بھی کسی دوسرے مرد کا نام اپنی زبان پر نہ لائے، اگر وہ نکاح ثانی کرتی ہے تو وہ سورگ (جنت) سے محروم رہے گی جس میں اس کا پہلا شوہر رہتا ہے، زوجہ کے غیر وفادار ہونے کی صورت میں اسے انتہائی کڑی سزا دی جانی چاہئے، عورت کبھی بھی آزاد نہیں ہوسکتی، وہ ترکہ نہیں پاسکتی، شوہر کے مرنے پر اپنے سب سے بڑے بیٹے کے تحت زندگی گزارنی ہوگی، شوہر اپنی بیوی کو لاٹھی سے بھی پیٹ سکتا ہے، اور ڈاکٹر لی بان کے بقول ''منو کے قانون میں عورت ہمیشہ کمزور اور بے وفا سمجھی گئی ہے، اس کا ذکر ہمیشہ حقارت کے ساتھ آیا ہے، شوہر مرجاتا تو گویا عورت جیتے جی مرجاتی، اور زندہ درگور ہوجاتی، وہ کبھی دوسری شادی نہ کرسکتی، اس کی قسمت میں طعن وتشنیع اور ذلت وتحقیر کے سوا کچھ نہ ہوتا، بیوہ ہونے کے بعد اپنے متوفی شوہر کے گھر کی لونڈی اور دیوروں کی خادمہ بن کر رہنا پڑتا، اکثر بیوائیں اپنے شوہروں کے ساتھ ستی ہوجاتیں، یعنی زندہ جلادی جاتیں تھیں۔

اسی طرح دیگر مذاہب اور اقوام کے اندر بھی عورت کی حالت کچھ زیادہ بہتر نہ تھی، خود عرب کے جاہلی معاشرہ میں عورت کے ساتھ ظلم وزیادتی اور بدسلوکی عام طور سے روا سمجھی جاتی تھی، اس کے حقوق پامال کئے جاتے، اس کا مال مرد اپنا مال سمجھتے، وہ ترکہ ومیراث میں کچھ حصہ نہ پاتی، شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے

بعد اس کو اجازت نہیں تھی کہ وہ اپنی پسند سے دوسرا نکاح کر سکے، دوسرے سامان اور حیوانات کی طرح وہ بھی وراثت میں منتقل ہوتی رہتی تھی، مرد تو اپنے پورے حقوق وصول کرتا لیکن عورت اپنے حقوق سے مستفید نہیں ہوسکتی تھی، کھانے میں بہت سی چیزیں ایسی تھیں جو مردوں کے لئے خاص تھیں، عورتیں ان سے محروم تھیں (اسلام میں عورت کا مقام اوراس کے حقوق وفرائض:۔۳۰تا۳۹)

اور وہ لوگ لڑکیوں کو باعثِ ننگ وعار سمجھتے تھے اور ان سے نفرت اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ ان کے لئے وہ زندہ رہنے کا حق بھی نہیں سمجھتے تھے، اور بہت سے لوگ خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بچی کو زندہ دفن کردیتے تھے، قرآن کریم میں ان کا یہ حال اِن الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ - يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ (النحل - ۵۹)

جب ان میں سے کسی کے لڑکی پیدا ہونے کی خبر سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے اور وہ غم وغصہ سے بھر جاتا ہے، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس برائی کی وجہ سے جس کی اسے خبر ملی ہے، اور سوچتا ہے کہ کیا اس بچی کو ذلت کے ساتھ باقی رکھے یا اسے مٹی میں دبادے۔

اس ماحول اور پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے ملاحظہ کیجئے کہ اسلام نے عورت کو کس قدر عظیم مراعات اور حقوق سے نوازا ہے، اسلام میں عورت کو نکاح، خلع، میراث، ملکیت، تعلیم وتعلم اور عبادت وغیرہ وہ تمام حقوق دیے گئے جس کی وہ مستحق تھی، اسلام نے ہر صورت میں عورت کے ساتھ حسن سلوک اور عزت واحترام کا حکم دیا ہے، چناں چہ اگر وہ ماں ہے تو مرد کے نزدیک سب سے زیادہ حسن سلوک اور عزت واحترام کی مستحق قرار پاتی ہے، ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا ہے کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔

اور عورت اگر بیوی ہے تو اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم احادیث نبویہ میں کثرت کے ساتھ آیا ہے، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک بیوی کو دنیا کا سب سے بہتر اور قیمتی سرمایہ قرار دیا ہے۔

اور بحیثیت بہن اور بیٹی عورت کے ساتھ حسن سلوک، تعلیم وتربیت اور ان پر خرچ کرنے پر اللہ کی طرف سے جنت کی بشارت، جہنم سے حفاظت کا وعدہ اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی خوش خبری ہے۔

اور اگر عورت بیوہ یا بے سہارا ہے تو اس کے ساتھ حسن سلوک اور اس کی ضروریات کا تکفل اسلام میں بڑے اجر وثواب کا باعث ہے، اور اگر عورت اجنبیہ ہے جس سے کوئی رشتہ ناطہ نہیں ہے تب بھی وہ قابل عزت واحترام ہے، مرد کو حکم ہے کہ اس کے سامنے اپنی نگاہ جھکائے رکھے، اس کو بری نظر سے نہ دیکھے اور اس کی عزت وآبرو پر کوئی آنچ نہ آنے دے۔

گویا اسلام نے عورت کو ذلت وخواری کی پستی سے نکال کر عزت کے بلند مقام پر پہونچا دیا، اور عوت کے متعلق لوگوں کی سوچ میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا، یہاں تک کہ اسلام کو نہ ماننے والے بھی عورت کے حقوق اور مساوات کی بات کرنے پر مجبور ہو گئے، اور یہ سب اسلام کی دین ہے۔

بیٹی کو بوجھ سمجھنا

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج بھی بعض علاقوں میں کچھ لوگ بیٹی کو رحم مادر ہی میں مار دیتے ہیں، اور اگر بیٹی کی ولادت ہو گئی تو انہیں وہ خوشی نہیں ہوتی جو بیٹے کی ولادت پر ہوتی ہے بلکہ ان پر غم چھا جاتا ہے اور وہ اپنا منھ چھپاتے پھرتے ہیں اس لیے کہ وہ بیٹی کو اپنے اوپر بوجھ سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ جہاں ایک طرف اسلامی تعلیمات سے دوری اور جہالت ہے اور بیٹی کی پرورش اور تعلیم وتربیت پر جو بشارتیں وادر ہوئی ہیں اور اللہ کی طرف سے جو وعدے کیے گئے ہیں ان سے ناواقفیت ہے، تو دوسری طرف مسلمانوں کے اندر خصوصاً عجم میں شادی بیاہ میں غیر اسلامی رسم ورواج بھی ہے، اور لڑکی کی شادی میں جہیز کی کثرت اور بعض علاقوں میں لڑکوں کی طرف سے انتہائی بے غیرتی اور بے شرمی کے ساتھ جہیز میں مختلف مطالبات بھی ہیں جنہیں پورا کرنا ایک غریب بلکہ متوسط زندگی گزارنے والے ماں باپ کے لیے انتہائی مشکل ہوتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ ان سب ہندوانہ اور غیر اسلامی رسم ورواج کو خود مسلمانوں نے مصیبت کی صورت میں اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے، ورنہ اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر اسلامی احکام پر عمل کیا جائے تو بیٹی کبھی بھی بوجھ نہیں بن سکتی بلکہ وہ ہر حال میں رحمت ہی رہے گی۔

اصلاحِ معاشرہ

خدارا خواتین کی تربیت پر توجہ دیں!

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی

ایک بار جب میں شہر سے اپنی جائے قیام کو لوٹ رہا تھا، اس درمیان ایک خاتون کا فون آیا وہ اپنا مدعا پیش کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں، وہ کہہ رہی تھیں :

آپ لوگ جمعہ میں بیان کرتے ہیں اور اُن کو صرف مرد سنتے ہیں، عورتیں محروم رہتی ہیں، عیدین کے موقع سے عیدگاہ میں دین کی بات پیش کی جاتی ہے؛ لیکن عورتوں کے لئے اس سے استفادہ کی کوئی صورت نہیں ہوتی، آپ حضرات مدارس کے جلسے کراتے ہیں؛ لیکن سامعین صرف مرد ہوتے ہیں، سیرت کے جلسے ہوتے ہیں تو وہ بھی مردوں کے لئے، دعوت وتبلیغ کے بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں، ان میں بھی عورتوں کی شرکت نہیں ہوسکتی، غرض کہ دینی نقطۂ نظر سے جتنے اجتماعات ہوتے ہیں، ان سے خواتین محروم رہتی ہیں، اگر کوئی ایسا پروگرام ہو، جس میں پیچھے کی طرف عورتوں کا انتظام ہو، تب بھی مقررین کی ساری گفتگو مردوں کو سامنے رکھ کر ہوتی ہے، خواتین کے مسائل اور اُن کی ضروریات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی، اس کے برخلاف خواتین چوں کہ تنہا گھر میں ہوتی ہیں اور ان کا وقت فارغ ہوتا ہے؛ اس لئے وہ مردوں سے زیادہ ٹی وی سیریل دیکھتی ہیں اور سوشل میڈیا پر آنے والے پروگراموں کو سنتی ہیں، جس میں اسی نوے فیصد غیر اخلاقی باتیں ہوتی ہیں، ایسی فلمیں دکھائی جاتی ہیں کہ بیوی کے اندر شوہر کے خلاف اور بہو کے اندر ساس سسر کے خلاف بغاوت کے جذبات پیدا ہوں، یہ پروگرام ازدواجی زندگی میں تلخی کا سبب بنتے ہیں، لڑکیاں خاندان کو جوڑنے کے بجائے خاندان کو توڑنے کا ذریعہ بن رہی ہیں؛ اس لئے کہ خواتین دین کی باتوں سے واقف نہیں ہیں، اور ایسے ایسے گناہوں میں مبتلا ہیں کہ جن کا تصور نہیں کیا جاسکتا، آخر آپ لوگ اپنی بہنوں کے بارے میں بھی تو کچھ سوچیں؛ ورنہ قیامت کے دن ہم آپ لوگوں کا دامن پکڑیں گے۔

یہ ان کی طویل گفتگو کا خلاصہ تھا، وہ بہت جذبات میں گفتگو کر رہی تھیں، میں نے عرض کیا :

مختلف دینی جماعتوں اور تنظیموں سے میرا بھی کچھ تعلق ہے، میں ان کے ذمہ داروں کے سامنے آپ کی بات رکھوں گا، اور ان شاء اللہ اس کی طرف توجہ کی جائے گی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام نے ایسی کسی بھی شکل سے منع کیا ہے، جس میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط

ہو، یہ ممانعت فطرتِ انسانی کا تقاضہ اور سماج میں اخلاقی قدروں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے؛لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کو پوری طرح دینی باتوں سے محروم رکھا جائے ، ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام نہ کیا جائے ، انھیں اللہ اوراس کے رسول کے احکام سے ناواقف رکھا جائے ،صورت حال یہ ہے کہ ہمارے اجتماعات میں ماں کے حقوق اوراس کے فرائض ان مردوں کے درمیان بیان کئے جاتے ہیں، جو باپ ہوتے ہیں، بیٹیوں کے حقوق وفرائض بیٹوں کے درمیان ذکر کئے جاتے ہیں، بہوؤں کی ذمہ داریاں داماد کے سامنے ذکر کی جاتی ہیں،نکاح وطلاق کے احکام کا بڑا حصہ عورتوں سے متعلق ہوتا ہے؛لیکن ساری گفتگو مردوں کے مجمع میں ہوتی ہے،عبادات کے بہت سے احکام خواتین کے لئے مردوں سے الگ ہیں ؛لیکن مسائل صرف مردوں کے لحاظ سے بتائے جاتے ہیں، ازواج مطہرات، بنات طاہرات اوروفاشعاراور جاں نثار صحابیات کے بغیر سیرت نبوی کا مضمون مکمل نہیں ہوسکتا؛ لیکن خواتین کے لئے سیرت کے جلسے نہیں کئے جاتے کہ عورتیں سنیں اور سمجھیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کا سلوک خواتین کے ساتھ کس قدر کریمانہ تھا،علماء کو،مسلم تنظیموں کواور جماعتوں نیز دیگر مذہبی اداروں کواس پر گہرائی سے غور کرنے کی ضرورت ہے،ہمیں یقینی طور پر ایسی تدبیر اختیار کرنی چاہئے کہ انسانیت کے نصف حصہ (جس کو آج کل نصف بہتر کہا جاتا ہے) تک ہم اسلامی تعلیمات کو پہنچانے کی کوشش کریں۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں خواتین مسجدوں میں نماز ادا کیا کرتی تھیں ؛ کیوں کہ آج کی طرح فتنہ وفساد کا اندیشہ نہیں تھا،عورتوں کے لباس ڈھکے چھپے ہوتے تھے،لوگ نگاہوں ہی کی نہیں دلوں کو بھی بُرائی سے محفوظ رہتے تھے،اوررسول اللہ ﷺ پر نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا،آپ وقتاً فوقتاً نازل ہونے والی آیات کونمازوں کے بعد پیش فرماتے تھے،ظاہر ہے کہ اللہ کی کتاب مردوں کے لئے بھی ہے اور عورتوں کے لئے بھی ؛اس لئے نمازوں میں ان کی شرکت کا انتظام کیا جاتا تھا، بعد کواخلاقی بگاڑ اور بے حیائی کے رجحان کو دیکھتے ہوئے فقہاء نے عورتوں کے مسجد میں نماز ادا کرنے کوحرام اورناجائز تونہیں قرار دیا؛لیکن کہا کہ یہ بہتر نہیں ہے، اوران کا یہ اجتہاد پوری طرح منشاء نبوی کے مطابق تھا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی شب وروز کی رفیق اورمزاج شناس اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر آپ ﷺ نے آج کی عورتوں کو دیکھا ہوتا توان کو مسجد میں آنے سے منع کر دیا ہوتا۔

عہدنبوی میں عیدین کے موقع پر خواتین بھی عیدگاہ جاتی تھیں، اور آپ ﷺ الگ سے ان کے درمیان وعظ فرماتے تھے، یہاں تک کہ عورتیں خیمہ لگا کر مسجد نبوی میں معتکف بھی ہوتی تھیں، آپ کا معمول مبارک روزانہ مغرب کے بعد اُن اُم المؤمنین کے یہاں قیام کا تھا، جن کے یہاں آپ کی باری ہوتی تھی، یہیں دوسری ازواج مطہرات، صاحبزادیاں اور گھر کی خواتین جمع ہو جاتی تھیں، حسبِ ضرورت مہاجر اور انصاری خواتین بھی آیا کرتی تھیں اور کبھی براہ راست اور کبھی ازواج مطہرات کے واسطے سے اپنی ضرورت کے مسائل دریافت کرتی تھیں، خواتین بھی آپ کی مجلسوں سے استفادہ کیا کرتی تھیں، شاید اس لئے کہ آگے مرد ہوتے تھے، پیچھے عورتیں ہوتی تھیں، یا اس بناء پر کہ مرد شرکاء کی تعداد زیادہ ہوتی تھی، یا اس وجہ سے کہ مردوں کی آواز اونچی رہا کرتی ہوگی اور عورتوں کی آواز دب جاتی ہوگی، یا شاید یہ سبب ہو کہ خواتین سے متعلق بعض مسائل کا مردوں کی مجلس میں پوچھنا مناسب نہیں ہوتا، بہر حال جو بھی سبب ہو، عورتوں نے اس صورت حال کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ مرد ہم پر غالب آجاتے ہیں؛ اس لئے ہمیں ایک دن کا خصوصی وقت ملنا چاہئے؛ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے لئے جمعرات کا دن متعین فرما دیا، اس میں خواتین کا اجتماع ہوتا، آپ ﷺ ان سے خطاب فرماتے اور ان کے سوالات کا جواب دیتے، یوں بھی رسول اللہ ﷺ کا دربار ہر ایک کے لئے کھلا رہتا تھا، جہاں مرد حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، مسائل پوچھتے، اپنے اشکالات حل کرتے، وہیں خواتین بھی حاضری کی سعادت حاصل کرتیں؛ اسی لئے حدیث میں بہت سے ایسے سوالات کا ذکر ملتا ہے، جو عورتوں نے کئے ہیں، اور آپ ﷺ نے پوری توجہ کے ساتھ ان کا جواب عطا فرمایا ہے، اسی طرح کسی خاتون کو اپنے شوہر سے یا والد سے شکایت ہوتی تو وہ بے تکلف آپ ﷺ کے سامنے اپنا دکھ رکھتی اور آپ ان کے مسائل کو حل کرتے، ایک لڑکی کی شادی اس کی پسند کے بغیر اس کے والد نے کردی، وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے اس نکاح کو رد فرما دیا، حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی نے اپنے شوہر کے بخل کی شکایت کی، اور آپ سے استفسار کیا کہ کیا میں ان کے مال میں سے چھپا کر کچھ لے سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے ضروری حد تک لینے کی اجازت دی، یہاں تک کہ خواتین آپ ﷺ سے اپنے رشتہ کے بارے میں بھی مشورہ کیا کرتی تھیں، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے پاس کئی رشتے آئے، انھوں نے آپ سے مشورہ کیا، آپ ﷺ نے اپنی طرف سے حضرت اُسامہؓ کا رشتہ پیش کیا اور ان ہی سے نکاح ہوا، ایسا بھی ہوا کہ بعض خواتین کو ان کے شوہر پسند نہیں تھے، انھوں نے آپ کے سامنے اپنا معاملہ رکھا اور آپ ﷺ کی مدد سے خلع حاصل کیا۔

غرض کہ خواتین آپ کے مواعظ سے بھی استفادہ کرتی تھیں، آپ سے مسائل بھی دریافت کرتی تھیں، اپنی گھریلو زندگی کے سلسلہ میں بھی مشورہ کیا کرتی تھیں، آپ ﷺ بھی ان سے خندہ پیشانی سے پیش آتے اور ہر ضرورت میں ان کی مدد فرماتے تھے۔

اس لئے خواتین اُمت کے سلسلہ میں اسی توازن کو برقرار رکھنے کی ضرورت ہے کہ احتیاط بھی ہو، اختلاط سے اجتناب بھی ہو، شرعی حدود سے تجاوز نہ ہو؛ لیکن اُن تک دین کی باتیں پہنچائی جائیں، ان کے لئے خطبات ومواعظ رکھے جائیں، اوران کے لئے ایسا موقع بھی فراہم کیا جائے کہ وہ علماء کے سامنے اپنے مسائل کو پیش کریں اور حسب ضرورت ان سے مشورے لے سکیں، وہ محسوس کریں کہ سماج کا نصف حصہ جو مردوں پر مشتمل ہے، جیسے ان پر توجہ دی جاتی ہے، دوسرے نصف پر بھی اسی طرح توجہ دی جاتی ہے؛ کیوں کہ عمومی طور پر جو فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات مرد سے متعلق ہیں، عورتوں سے بھی متعلق ہیں؛ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان کے لئے علم حاصل کرنے کو ضروری قرار دیا: **طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم** اس میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے، اسی طرح دین کی دعوت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم پوری اُمت کے لئے ہے، اس میں عورتیں بھی شامل ہیں؛ بلکہ آپ ﷺ نے تو خواتین کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی ہے، آپ نے فرمایا: جس کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان کی تربیت کرے، ان کا نکاح کردے اوران کے ساتھ بہتر سلوک کرے، اس کا ٹھکانہ جنت ہے: **"من عال ثلاث بنات فأدبهن وزوجهن وأحسن اليهن فله الجنة"** (سنن ابی داؤد ۷/۴۵۹) بیٹی تو بیٹی ہے، آپ نے تو باندی کی بھی تعلیم وتربیت کا حکم دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس کوئی باندی ہو، وہ اس کو تعلیم دے اور بہتر طور پر تعلیم دے، اس کی تربیت کرے اور بہتر طور پر تربیت کرے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا: **أيما رجل كانت عنده وليدة فعلمها فأحسن تعليمها وأدبها فأحسن تأديبها فله أجران** ۔(بخاری، عن ابی موسیٰ اشعری، حدیث نمبر ۴۷۹۵)

دین کے بہت سے ادارے جو سادہ طریقہ پر رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قائم تھے، بعد کے ادوار میں اصل مقصد کو قائم رکھتے ہوئے اس کے لئے مناسبِ حال شکلیں اختیار کی گئیں، آپ کے عہد میں مسجدِ نبوی ہی میں تعلیم ہوتی تھی؛ لیکن بعد کے زمانے میں الگ سے مدرسے قائم کئے گئے اور غالباً عباسی دور سے مدرسوں کی الگ عمارتیں بننے لگیں، عہد نبوی میں مسجد ہی میں مقدمات کے فیصلے بھی کئے جاتے تھے، بعد میں محاکم شرعیہ کی

مستقل عمارتیں بنائی گئیں، آپ کے عہد میں مسجد ہی میں قیدیوں کو ستونوں سے باندھ کر قید کی سزا دی جاتی تھی۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے دور میں باضابطہ جیلیں بنائی گئیں؛ اس لئے اس پر غور کیا جا سکتا ہے کہ عورتوں کے لئے مسجدوں کا متبادل فراہم کیا جائے، ہر مسلم محلہ میں ایک ایسا سینٹر ہو جو خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے مخصوص ہو۔

موجودہ دور میں ہم بہنوں کے مسائل کو حل کرنے اور ان تک دین کا پیغام پہنچانے کے لئے درج ذیل تدبیریں اختیار کر سکتے ہیں:

۱ — ان مراکز میں عورتوں کے لئے ہفتہ وار درس قرآن اور درس حدیث کا انتظام کیا جائے، شرعی مسائل کا درس بھی رکھا جائے، جس میں ضروری مسائل بیان کئے جائیں، اب تو ماشاء اللہ لڑکیوں کے مدرسوں میں بھی افتاء کے شعبے قائم ہیں، ان کی فارغات کی بھی خدمات حاصل کی جائیں؛ تاکہ عورتیں بے تکلف اپنے مسائل ان کے سامنے رکھ سکیں، موجودہ حالات میں اتوار کا دن اس کے لئے زیادہ مناسب ہوگا۔

۲ — رمضان المبارک، عیدین، شب قدر کی مناسبتوں سے خواتین کے لئے دن کے وقت پروگرام رکھے جائیں اور ان مذہبی تقریبات کی روح ان پر پیش کی جائے۔

۳ — سیرت کے خصوصی جلسے خواتین کے لئے کئے جائیں۔

۴ — اسی سینٹر میں خاندانی تنازعات کے لئے کاؤنسلنگ سینٹر رکھا جائے، اور کاؤنسلنگ میں تجربہ کار تعلیم یافتہ خواتین کو بھی شامل کیا جائے۔

۵ — گرما کی تعطیلات میں خواتین کے لئے خصوصی گرمائی کلاسس اور مذاکرات رکھے جائیں اور ان کلاسز کو ناظرۂ قرآن اور دُعاؤں کے یاد کرنے تک محدود نہ کیا جائے؛ بلکہ عقائد، عبادات، معاشرت اور اخلاق چاروں شعبوں کی تعلیم دی جائے۔

یوں تو ویسے بھی خواتین اُمت کا نصف حصہ ہیں؛ اس لئے ہر سطح پر ان کے لئے تعلیم وتربیت اور پند و موعظت کا پروگرام ہونا چاہئے؛ لیکن موجودہ حالات میں چوں کہ خواتین کے نام سے اور ان کے حقوق کے حوالے سے اسلام کو بدنام کرنے اور شریعت کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں؛ اس لئے اس کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہئے۔

مشعلِ راہ

ایمان بچائیے!

ڈاکٹر مولانا اشتیاق احمد قاسمی
استاد دارالعلوم دیوبند

اسلام کبھی مغلوب نہیں ہوسکتا، اس کی حقانیت آفتاب کی طرح روشن ہے؛ البتہ عالمی منظر نامے پر مسلمان مغلوب نظر آرہے ہیں، یہ ہمارے شامتِ اعمال کی وجہ سے ہے، اس کے اسباب اور عوامل پر اگر غور کیا جائے اور تفصیل لکھی جائے تو بڑی طویل ہوجائے گی، ذیل میں چند اسباب اور وجوہ ذکر کیے جارہے ہیں، جس سے آج کی حالتِ زار کو سمجھنے میں مدد ملے گی:

۱- سب سے پہلی وجہ اسلامی اقتدار کا زوال ہے، ''عثمانیہ حکومت'' کے زوال کے بعد سے اب تک مسلمان مظلوم ومقہور ہیں اور ان کو دبانے کی عالمی کوششیں ہوتی رہی ہیں، آج کی عالمی طاقتیں مسلمانوں کے برسرِ اقتدار آنے سے خوف زدہ ہیں؛ اس لیے وہ مختلف مسائل اور مصائب میں مسلمانوں کو مبتلا کرکے اپنے مقصد کو حاصل کرنا چاہتی ہیں۔

یہودی سازش اور عیسائی مشنریاں سب سے آگے ہیں، یہ سب مسلمانوں کو اصل دین سے پھیرنا چاہتی ہیں، چرچ کے تحت چلنے والے ''این جی اوز'' کی سرگرمیاں بھی مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوششوں میں پیش پیش ہیں، وہ ایک طرف مسلمانوں کو کھلے طور پر عیسائی بنانے کی مہم چلارہے ہیں، دوسری طرف وہ عام مسلمانوں کو فکری ارتداد کی طرف لے جارہے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ اگر مکمل نہ بدل سکے تو کم از کم قرآن وسنت میں شک وشبہ پیدا ہوجائے، جس سے اسلام بیزاری کی راہ ہموار ہوجائے، اس کے لیے وہ قرآن کو بدلنے کی مہم بھی چلارہے ہیں، قرآن کے مقابلے میں شام کے بشارالاسد کی تیار کردہ ''البرہان الحق'' اسی کی کڑی ہے۔ بہت سے ممالک میں ارتداد کی لہر چل رہی ہے، مثلاً الجزائر، افریقہ، لبنان، انڈونیشیا، بنگلہ دیش ان سب میں سرفہرست ہندوستان ہے۔ جہاں مختلف طریقوں سے لوگوں کو مذہب سے دور کیا جارہا ہے۔ تمل ناڈو، تلنگانہ، آندھرا پردیش، مہاراشٹرا، کشمیر اور یوپی سب ارتداد کی زد میں ہیں۔ یہاں ''قادیانی'' بھی اسلامی لباس پہن کر اسلام سے

پھیرنے کا کام کررہے ہیں، ''شکیل بن حنیف'' کا فتنہ بھی قادیانی فتنہ کا نیا ایڈیشن ہے، اس کا مقصد بھی مرتد بنانا ہے، اس کے ماننے والے مسجد میں لمبی لمبی نمازیں پڑھتے ہیں، سفید کرتا پاجامہ پہن کر ہاتھوں میں تسبیح رکھ کر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ بھی مسلمان ہیں؛ حالاں کہ وہ اسلام سے خارج ہیں، حدیث شریف میں نماز روزہ کرنے والے مرتد کا ذکر موجود ہے، یہ سب اسی کے مصداق ہیں۔

۲– شدت پسند ہندو یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان سے جمہوریت مٹ جائے، اصول وقوانین ختم ہوجائیں، ''آئینِ ہند'' کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور پورا ملک فرقہ پرست کے ہاتھوں کا کھلونا بن جائے، اس کے لیے وہ کوششیں کررہے ہیں، اسلام کے مختلف احکامات پر اعتراض کرتے ہیں، قرآن کی آیتوں پر اعتراض کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر اعتراض کرتے ہیں، ازواجِ مطہرات کو نشانہ بناتے ہیں، محمد بن قاسم اور اورنگ زیب عالم گیر کے کارناموں میں عیوب نکالتے ہیں، جمہوریت پسند لیڈران پر تنقید کرتے ہیں؛ تاکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں اور مسلمان اسلام کے تئیں شکوک وشبہات میں پڑ کر پہلے فکری ارتداد میں مبتلا ہوں، اسلام سے نفرت کریں پھر اسلام کو چھوڑ دیں۔

مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کی سازش کے لیے جو تدبیریں کی جارہی ہیں ان میں سے ''وندے ماترم'' کو اسکولوں میں لازم کرنا ہے، ''شری رام'' کے نعرے لگوانا اور اس کے لیے مجبور کرنا ہے، ''این، آر، سی اور سی، اے، اے'' بھی اسی کی ایک کڑی ہے اور ''گھر واپسی'' نام کی تحریک تو کھلے طور پر اسلام سے پھیرنے کی تحریک ہے؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو کلمہ پڑھنے والوں کے لیے بنایا ہے اور جب تک کلمہ پڑھنے والے رہیں گے تبھی تک یہ دنیا رہے گی اور ہم سب کے باوا آدمؑ مسلمان تھے۔ اس دنیا میں رہنے والا جب تک آدم علیہ السلام کے مذہب پر ہے تب تک وہ اپنے ہی گھر میں ہے واپسی کی ضرورت اس کو ہے، جس نے آدم کے گھر کو چھوڑ دیا ہے۔

آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک سارے لوگ مسلمان رہے اور انسان کا اصل مذہب اسلام ہی ہے اس لیے گھر واپسی کا صحیح مطلب یہ ہونا چاہیے کہ سارے انسان دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر اسلام کے سائے میں آجائیں اور اپنے پیدا کرنے والے اللہ کی عبادت کرکے اور اس کے قانون پر عمل کرکے زندگی کو پرسکون بنائیں اور مرنے کے بعد جنت کے مستحق ہوجائیں؛ تاکہ مرنے کے بعد افسوس نہ ہو کہ کاش اسلام کو مانا ہوتا تو جہنم کی سزا نہ ہوتی!

۳— اسکولوں، کالجوں میں ارتداد

علم سیکھنے سکھانے کا کوئی انکار نہیں کرتا؛ مگر کوئی مسلمان یہ نہیں چاہتا کہ علم حاصل کرنے میں ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے، جو علم ایمان کے لیے خطرہ ہو وہ لعنت ہے، ہندوستان میں بہت سے اسکول ہیں، جہاں اسباق کے بعد پانچ منٹ ''اشلوک'' پڑھایا جاتا ہے اور اسکول انتظامیہ اس پر اصرار کرتی ہے، مسلمان بچوں کو الگ کرنے کے مطالبے کو قبول نہیں کرتی، بعض اسکولوں میں ''وندے ماترم'' ضروری ہے، وہاں بھی مسلمان بچوں کو الگ رکھنے کی بات مانی نہیں جاتی، بعض اسکولوں میں ''سرسوتی'' کی مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بچوں کو کچھ پڑھایا جاتا ہے۔ اس مورتی کو تعلیم کی دیوی کہا جاتا ہے۔ اس پر پھول چڑھائے جاتے ہیں اور پانی بھی۔ بعض اسکولوں میں ''سوریہ نمسکار'' کرایا جاتا ہے، یہ سب اعمال شرک ہیں، ان سے بندہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، یہ صریح ارتداد ہے، ایسے اسکولوں میں تعلیم دلانا کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟

اور بعض اسکولوں میں اسلام کے خلاف مواد داخل نصاب ہے، شرکیہ باتیں کتابوں میں جبراً پڑھائی جاتی ہیں؛ جب کہ جمہوری ملک ہے یہاں ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب پر رہنے کی اجازت ہے؛ اس لیے کوئی زور زبردستی نہیں ہونی چاہیے!

بعض اسکولوں میں قرآن کی آیات کے خلاف بچوں کا ذہن بنایا جاتا ہے، خصوصاً جہاد کی آیتوں کو نکالنے کی بات کی جاتی ہے؛ جب کہ کوئی مسلمان کسی مذہب کی کتاب کے خلاف کچھ نہیں کہتا، اسلام کی یہی تعلیم ہے کہ تم کسی کے معبود کو بُرا نہ کہو کہ وہ بدلے میں اللہ کو بُرا کہنے لگیں:

لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ (انعام۱۰۸:)

تم ان لوگوں کو گالی نہ دو جو اللہ کے علاوہ کی پوجا کرتے ہیں کہ وہ نہ جاننے کی وجہ سے دشمنی میں اللہ کو گالی دے بیٹھیں۔

۴— مفلسی کی وجہ سے ارتداد

آج بہت سے علاقوں میں مسلمان غریب و نادار ہیں، ان کی مفلسی نے انھیں پریشان کر رکھا ہے؛ اس لیے بعض عیسائی مشنریاں ان کو مال کا لالچ دے کر عیسائی بنا لیتی ہیں، مشرکین انھیں مشرک بنا لیتے ہیں ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح کفر سے پناہ مانگی ہے اسی طرح فقر و فاقے سے بھی پناہ مانگی ہے؛ اس لیے کہ بہت سی مرتبہ غریبی انسان کو کفر سے قریب کر دیتی ہے۔

حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں دعاء بھی منقول ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ أَعُوۡ ذُبِکَ مِنَ الۡکُفۡرِ وَ الۡفَقۡرِ۔(حصن حصین)

اے اللہ! میں (اسلام کا) انکار کرنے اور محتاج ہونے سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

۵-عشق میں ارتداد

مخلوط تعلیم کی وجہ سے لڑکے لڑکیاں ایک ساتھ رہتے ہیں، اس پر سیکس کی تعلیم کا لزوم پٹرول میں آگ لگانے کا کام کرتی ہے، آن لائن تعلیم نے بھی تعلقات کی پاکیزگی ختم کردی ہے۔

بے پردگی کی وجہ سے بھی گندے تعلقات ہوجاتے ہیں، معاشقے میں ذات پات کی کوئی قید نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے مسلم اور غیر مسلم لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کے مذہب کو محض شادی کے لیے قبول کرلیتے ہیں، ان میں نہ تو مسلمان ہونے والوں کو اسلام سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ غیر مسلم ہونے والوں کو؛ دونوں مذہب بے زار ہوتے ہیں، مسلمانوں کو اپنی اولاد پر کڑی نظر رکھنی ضروری ہے؛ تاکہ ارتداد سے بچ سکیں۔

ارتداد سے بچنے کی تدبیریں

ضرورت اس بات کی ہے کہ آج ہندوستان کے موجودہ ماحول میں ہمیں فتنۂ ارتداد کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اپنے بھائیوں کو جہنم سے بچانے کی تدبیریں سوچنی چاہییے اور اس کے لیے مناسب اقدامات سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے؛ اگرچہ ہم تعداد میں کم ہیں؛ مگر مایوس نہیں ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: بہت سی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آجاتی ہیں اور اللہ جمے رہنے والوں کے ساتھ ہیں۔(بقرہ۲۴۹:)

مسلمانوں کو ارتداد سے کیسے بچایا جائے؟ ان کے ایمان کی حفاظت کس طرح کی جائے؟ تو اس سلسلے میں چند صورتیں ذہن میں آرہی ہیں اللہ کرے کہ وہ مفید ثابت ہوجائیں:

۱- ارتداد کی عالمی اور ملکی سازش کا جائزہ لیا جائے اور ممکن حد تک ہر طرح کی کوشش کی جائے؛ تاکہ مسلمان بھائیوں کا ایمان محفوظ رہے۔

۲- اہلِ وطن سے بحث ومباحثہ نہ کیا جائے، اس سے بات الجھتی ہے؛ نتیجہ ہاتھ نہیں آتا۔

۳- غریب مسلمانوں کے تعاون کا نظام بنایا جائے۔

۴— ایسے اسکول اور کالج سے بچا جائے جہاں نونہالانِ امت ارتداد سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔

۵— مسلمان اپنے اسکول کھولیں اور پاکیزہ ماحول میں نونہالان کو تعلیم دیں۔مخلوط تعلیم سے بچا جائے،اسی طرح ''مکاتب'' کے قیام پر توجہ دی جائے!

۶— دینی تعلیم کے فروغ کی کوشش کی جائے،عقیدے سمجھائے جائیں،عموماً عقیدہ نہ جاننے کی وجہ سے لوگ گمراہ ہوجاتے ہیں۔

۷— مسلمانوں کے اندر دینی غیرت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

۸— نماز کا اہتمام کیا جائے اور ایک دوسرے کو مسجد سے قریب کرنے کی ہر ممکن کوشش ہو!

۹— اگر محسوس ہو کہ کوئی ایمان پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو اس سے دور رہا جائے،ایسوں کی صحبت ہرگز اختیار نہ کی جائے۔

۱۰— اپنی اولاد اور خاندان پر گہری نظر رکھی جائے!غلط صحبتوں سے بچایا جائے۔

۱۱— معاشرے میں پردے کا التزام کیا جائے؛تاکہ گندے تعلقات نہ ہونے پائیں، جو اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا سبب بنتے ہیں۔

۱۲— اسلام پر ہونے والے اعتراضات نہ سنے جائیں،عموماً موبائل پر بہت سے لوگ اسلام کے خلاف باتیں کرتے رہتے ہیں،اُن کو نہ سنا جائے،صرف قابلِ اعتماد اور صحیح عقیدہ لوگوں کی باتیں سنی جائیں!

۱۳— علماء اعتراضات کا جواب تیار کریں اور ان کو شائع کریں،اس کا ایک نظام بنایا جائے،اسلام کے خلاف اعتراضات جمع کیے جائیں پھر جواب تیار کرکے کئی زبانوں میں انھیں پھیلایا جائے؛تاکہ جو لوگ شکوک وشبہات کا شکار ہوگئے ہیں ان کے لیے شفا کا ذریعہ ہو!

۱۴— مدارسِ اسلامیہ میں باقاعدہ دفاعِ اسلام کا نظام بنایا جائے!

۱۵— تعارفِ اسلام کے کتابچے تیار کیے جائیں اور وہ مسلمانوں تک پہنچائے جائیں اور غیروں کو بھی دیے جائیں!

۱۶— جمعہ کی تقریروں میں ایمان کی اہمیت اور اس کے عقیدے بیان کیے جائیں۔

۱۷— جہاں ارتداد کا خطرہ ہو وہاں مبلغین بھیجے جائیں،مساجد میں اس کا نظام مضبوط انداز

میں بنایا جائے! اس کے لیے مساجد میں باصلاحیت فکرمند اماموں کا تقرر کیا جائے جو وقت پر کام آسکیں، جن کے اندر تقریر کی صلاحیت ہو۔

۱۸— کفریہ الفاظ کے استعمال سے پرہیز کیا جائے! اس لیے کہ ان الفاظ سے آدمی ایمان سے نکل جاتا ہے، یا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوجاتا ہے اور اُسے پتہ بھی نہیں چلتا۔

۱۹— مختصر کورس تیار کیا جائے جس میں ایمانیات کی باتیں ہوں اسلام کا تعارف، اہمیت، عقیدے، ارکانِ اسلام، دعائیں اور دیگر ضروری معلومات ہوں کہ اس کا پڑھنے والا، عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت سب کو سمجھ لے۔

۲۰— عوام اور علماء کے تعلقات کو مضبوط کیا جائے؛ ان کا قرب جتنا رہے اتنا ہی ارتداد سے بچ سکیں گے۔ صحبتِ صالحین کی ترغیب دی جائے، اس کے بڑے فائدے ہیں۔

۲۱— کالجوں میں تعارفِ اسلام اور اسلام پر اعتراضات سے متعلق محاضرات کا نظام بنایا جائے۔

۲۲— اسکول اور کالج کی چھٹیوں کے موقع کو غنیمت جان کر طلبہ وطالبات کو دین سمجھانے کا نظام بنایا جائے! سنڈے کلاس کا نظام بنایا جائے۔

۲۳— چھوٹی ہجرت کی جائے، مثلاً جہاں غیر مسلمین زیادہ ہیں، مسجدیں نہیں ہیں یا دور ہیں، ان علاقوں کو چھوڑ کر کثیر مسلم علاقے میں رہائش اختیار کی جائے، اس کے بڑے فائدے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أنا بَريئٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ (ابوداؤد)

میں ہر اُس مسلمان سے بے تعلق ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتے ہیں۔

لَا تُسَاكِنوا المشركينَ وَلَا تُجَامِعُوهُمْ! فَمَنْ سَاكَنَهُمْ أَو جَامَعَهُمْ فليس مِنّا۔ (ترمذی)

مشرکین کے درمیان رہائش اختیار نہ کرو اور ان کے ساتھ جمع نہ رہو؛ اس لیے کہ جو ان کے ساتھ رہائش اختیار کرے گا یا اُن کے ساتھ جمع رہے گا تو وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں ہے۔

۲۴— حفاظتِ اسلام کے لیے دعاؤں کا اہتمام کیا جائے!

اَللّٰهُمَّ أرِنا الحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتباعَهُ وأرِنَا الباطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجتِنَابَهُ!

علمی تحقیق

گذشتہ سے پیوستہ

کیا قرآنِ کریم میں سائنس کی تعلیم بھی ہے؟

مولانا محمد معاویہ سعدی
استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

ایک پختہ فکر مسلمان اپنے ذوقِ تحقیق کی تسکین اور عین الیقین کی تحصیل کے لیے شرعی اَحکام ومسائل کی علتوں کی، یا کائناتی نظام کے اَسرار وحِکَم کی تحقیق کرسکتا ہے، البتہ اس کے لیے چند شرطیں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

پہلی شرط : یہ کہ اِن اُمور کو اللہ ورسول کے اَحکام کے قبول کرنے، نہ کرنے کی کسوٹی نہ قرار دے، اور اُن کی اِطاعت کو اپنی تحقیق کے نتائج، اپنی عقل کے قبول اور مادّی فوائد کے حصول پر موقوف نہ ٹھہرائے، ورنہ یہ تو اپنی عقل، ریسرچ اور تحقیق پر اِیمان لانا ہوجائے گا، ''اِیمان بالغیب'' نہ رہ جائے گا، جو کہ اَصل مطلوب ہے۔

دوسری شرط: یہ کہ کسی بھی شرعی حکم کی تعمیل اور دینی عبادت کی ادائیگی میں اُس کے مادّی فائدے کو مقصود نہ بنائے، حتی کہ اگر کسی شرعی حکم کی بجا آوری میں طبی اور سائنسی فوائد حاصل بھی ہوتے ہوں (اور یقیناً حاصل ہوتے ہیں) جب بھی بوقتِ عمل نہ اُن کو نیت میں شامل کرے، اور نہ اُن کی طرف توجہ کرے، تا کہ آخرت کا ثواب خطرے میں نہ پڑ جائے۔

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ، وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا، وَمَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ [الشوری ۲۰:]

جو کسی عمل میں آخرت کی کھیتی اور نفع کی نیت کرے گا ہم اُس کی کھیتی میں اور اِضافہ کردیں گے، اور جو دنیا کی کھیتی کی نیت کرے گا ہم (جس کو جتنا چاہیں گے دنیا میں) اُس سے نفع پہنچا دیں گے، لیکن پھر آخرت میں اُس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

ایک حدیث قدسی میں ہے: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي

غَيْرِي، تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ[صحیح مسلم ۲۹۸۵]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں کسی عمل میں شریک ٹھہرائے جانے والے دیگر شرکاء سے زیادہ مستغنی ہوں، جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس میں وہ میرے ساتھ دوسرے کا بھی حصہ لگائے —خواہ نفس کا، خواہ شیطان کا، اور خواہ دیگر مخلوقات کا— تو میں اُس کو اور اس کی شرک کی اِس حرکت کو چھوڑ کر علیحدہ اور مستغنی ہو جاتا ہوں۔

لہٰذا دین کا ہر عمل، شریعت کے ہر حکم کی پاسداری، سنتوں کی پیروی اور تابعداری؛ یہ سب صرف اور صرف ابتغاءِ لمرضات اللہ (اللہ کی خوشنودی کے لیے)، اُس عمل پر موعود ثواب کو پانے کے لیے، یا نہ کرنے پر مذکور عذاب سے بچنے کے لیے، اور آخرت کی سرخ روئی اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہونا چاہیے، سائنسی اور طبی نقطۂ نظر سے نہیں، جبھی اُس پر موعود اجر وثواب مرتب ہوگا، ورنہ پھر معاملہ صرف دنیاوی فائدے تک ہی محدود رہ جائے گا۔

اِلا یہ کہ کوئی حکم اَصلاً ہماری دنیاوی مصلحتوں ہی کے تحت دیا گیا ہو، تو ظاہر ہے کہ اُس ''اَمرِ اِرشادی'' (اور شرعی مشورے) کو اسی لحاظ سے اِختیار بھی کیا جائے گا۔

یہاں بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ بعض احادیث میں بھی دینی اعمال کے دنیاوی فوائد کا تذکرہ آیا ہے، جیسے ''صُوموا تَصِحُّوا'' (روزہ رکھا کرو صحت مند رہو گے)، اسی طرح بہت سے اعمال کی برکات میں ہر قسم کی دنیوی ضرورتوں کا پورا ہونا بھی شمار کرایا گیا ہے، ایسے ہی سورۂ واقعہ کے فوائد میں فقر وفاقہ کا پیش نہ آنا بتلایا گیا ہے...... وغیرہ وغیرہ۔

نیز بزرگانِ دین بھی دنیاوی مسائل کے حل کے لیے مختلف دینی وظائف اور اَذکار تجویز فرماتے ہیں، جن کا مقصد ہی دنیاوی غرض کا حصول ہوتا ہے۔ تو ان سب کا کیا جواب ہوگا؟

تو اِن سب کا جواب یہ ہے کہ دراَصل یہاں دو پہلو ہیں:

۱— ایک ہے کسی بھی دینی عمل کے فائدے کے لیے مادّی سوچ اور فکر، جیسے یہ سوچنا کہ ہم جو نماز پڑھتے ہیں تو اس کے یہ یہ سائنسی فوائد ہیں، مثلاً طویل سجدے سے دورانِ خون کے ذریعے دماغ کو تازگی حاصل ہوتی ہے، رکوع اَعصاب اور پٹھوں کی بہترین ورزش ہے، سلام پھیرنے میں گردن کی ورزش ہوتی ہے، وضو جِلدی اَمراض سے حفاظت کا ذریعہ ہے، اور روزے کے یہ یہ طبی فوائد ہیں و، یا مثلاً یہ کہتے ہیں

کہ ذہنی دباؤ کے وقت خود کو بہلاؤ؛ خواہ ذِکر واَذکار کے ذریعے، یا کسی کام میں مشغول ہو کر!۔

تو اِس طرح کی سوچ، فکر اور تعبیر سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ خدانخواستہ اِن اَعمال واَشغال کا اصل مقصد اِسی طرح کے جسمانی، طبی اور مادی فوائد کا حصول ہے!!۔

حالاں کہ یہ نہایت سطحی سوچ ہے، اِس لیے کہ دِین میں تو اللہ ورسول کے لیے اپنی جان، آبرو اور مال کی قربانی پیش کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اگر نماز سنت کے مطابق پڑھنے میں کوئی جسمانی مشقت بھی پیش آرہی ہے تو بھی ایک سچے مؤمن کو وہ گوارا کرتے ہوئے حتی الوسع نماز سنت کے مطابق ہی پڑھنی چاہیے، اگر روزہ رکھنے میں صحت پر کچھ منفی اثر بھی پڑ رہا ہے تو بھی تحمل کی حد تک مجاہدہ کرتے ہوئے روزہ رکھ ہی لینا چاہیے، اِسی طرح اللہ کے دین کی حفاظت اور شوکت کے لیے شرعی اُصول اور تقاضوں کے مطابق جان، یا مال یا آبرو کی بازی لگانی پڑ رہی ہے تو وہ بازی لگا ہی دینی چاہیے۔

۲– دوسرے ہے دینی اَعمال واَشغال سے متعلق روحانی اور اُخروی سوچ، جیسے کسی بھی عبادت کو اَنجام دیتے ہوئے یہ سوچنا کہ اَصلاً تو اِن اَعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے تو اسی کے فضل سے ذہنی سکون اور قلبی اطمینان کی دولت بھی حاصل ہوگی، اور دیگر دنیوی واُخروی برکات وسعادات بھی نصیب ہوں گی۔

تو یہ تعبیر کہ نماز پڑھو تو اس کی برکت سے یہ فائدہ ہوگا، روزہ رکھو تو اس کی برکت سے یہ فائدہ ہوگا، اِسی طرح گناہ کے یہ یہ نقصانات ہیں، تو اس طرح کی تعبیر سے لوگوں کے قلوب میں اِن اعمال کی اہمیت قائم ہوتی ہے، جس سے اللہ کی عظمت اور محبت بڑھتی ہے، اور تعلق مع اللہ اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ بنتی ہے۔

نیز دینی اَعمال کے طبی ومادی فوائد اور سائنسی تحقیقات بتلانے کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اگر کسی کو کسی اور ذریعے سے یہ طبی فوائد حاصل ہوسکتے ہیں تو اس کی نظر میں اِن اَعمال واَشغال کا کوئی خاص فائدہ نہیں رہ جائے گا، بالخصوص غیر مسلمین اور نو مسلمین کے لیے۔

اِسی طرح اِس طرح کی تقریر سے مادّہ پرست لوگ اِسلام کو بھی صرف دنیاوی مفادات کا حامل ایک مذہب باور کرنے لگیں گے، حالاں کہ اسلام میں ہر عمل کا اصل مقصد ومنشا خوشنودیٔ رب اور آخرت کے اَجر وثواب کا حصول ہوتا ہے۔

اور سب سے بڑھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ کے بعد صحابہؓ، تابعینؒ اور سلفِ صالحینؒ سے دینی اعمال کی یہ سب تقریریں منقول نہیں ہیں، اور ان کے غیر معتبر اور مخدوش ہونے کے لیے یہی چیز کافی ہے۔ اِسی لیے اہلِ علم جو وارثینِ اَنبیاء ہوتے ہیں، اور جن کا مقصد دِینار و درہم کا جمع کرنا نہیں ہوتا، کم ازکم ایسے حضرات کو تو اس کا لحاظ بہرحال کرنا چاہیے کہ وہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں اِن اَعمال کا مقصودِ اصلی: اللہ کی رضا وخوشنودی اور موعود اَجر وثواب ہی بیان کیا کریں، عوام کے سامنے دینی اعمال کی سائنٹیفک تقریر کرنا، توحید کی روح اور اِخلاص کی حقیقت پیدا کرنے کے بجائے، مادہ پرستی کا مزاج بنانے کے مترادف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قرآن وحدیث میں اَعمالِ صالحہ اور ذکر واستغفار کے جو فوائد بتلائے گئے ہیں وہ سب بالعموم روحانی ترقی اور اُخروی کامیابی ہی سے متعلق ہیں، مثلاً قرآن مجید میں نماز کے بارے میں ہے: **وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي** [طٰہٰ ۱۴] (اور نماز قائم کرو مجھے یاد کرنے کے لیے)، روزے کے بارے میں ہے: **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** [البقرۃ ۱۸۳] (تمھارے اوپر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم تقویٰ اِختیار کرو)۔

ایسے ہی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ''**رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ**'' کے الفاظ سے حمد وثنا کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ تیس سے زائد فرشتے اس کی طرف لپک رہے ہیں کہ کون اُس کا ثواب پہلے لکھے (بخاری ۷۹۹)۔

اِسی طرح کے ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ لپک رہے ہیں کہ کون اس کا ثواب لے کر اللہ کے پاس جائے (مسلم ۶۰۰)۔

اِسی طرح ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تنہا ''**الحمد للہ**'' ہی میزانِ عمل کے پلڑے کو بھر دیتا ہے، اور اگر اُس کے ساتھ ''**سبحان اللہ**'' بھی ملالیا تو پھر تو آسمان وزمین کی پوری فضا پُر ہوجاتی ہے (مسلم ۲۲۳)۔

تو دینی اَعمال واَشغال کے اصل فوائد وبرکات اور مطلوب نتائج وثمرات اِس طرح کے انوار وتجلیات ہیں، نہ کہ ملحد قسم کے سائنس دانوں اور بددین قسم کے ریسرچ اسکالروں کے بتلائے ہوئے مادّی فوائد اور نتائج، البتہ وہ بلا قصد و اِرادہ ضمناً حاصل ہورہے ہوں تو یہ اللہ کا فضل بالائے فضل ہے، ایک مؤمن

کا مقصود نہیں ہونا چاہیے۔

ایک اہم نکتہ : یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ دنیا میں کسی کو خوشی، کسی کو غمی، کسی کو فراخی، کسی کو تنگ دستی، کسی کو صحت، کسی کو بیماری اور کسی کو حکومت اور کسی کو محکومیت وغیرہ پیش آنا، یہ سب علی الاطلاق نہ تو کامیابی اور ترقی کی علامت ہے، اور نہ علی الاطلاق ناکامی اور تنزلی کی دلیل ہے، بلکہ اصل چیز شرعی اَعمال واَشغال کے ذریعہ تعلق مع اللہ کی توفیق ہے، جس کو یہ نصیب ہو وہ حقیقی لحاظ سے کامیاب ہے، اور جو جس قدر اِن سعادتوں سے محروم ہو وہ اتنا ہی نامراد اور ناکام ہے، اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: **لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ، مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ، لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ** [آل عمران ۱۹۶-۱۹۸]

آپ کو کافروں کا ملکوں میں دندناتے پھرنا کسی غلط فہمی میں نہ ڈال دے، یہ تو تھوڑا سا مزا ہے، پھر ان کا اصل ٹھکانہ جہنم ہوگا، اور وہ کیسا برا ٹھکانہ ہے، ہاں جنھوں نے اپنے رب کا تقویٰ اِختیار کیا اُن کے لیے ایسے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور اُن کا یہ اِکرام بطور مہمانی کے ہوگا، اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ نیکو کاروں کے لیے خیر کی چیز ہے۔

دراَصل "دنیا" عمل اور امتحان کی جگہ ہے، بدلے اور نتیجے کی نہیں، بدلے اور نتیجے کی اصل جگہ تو "آخرت" ہے، لہٰذا دنیا میں تو بس اِیمان، اَعمالِ صالحہ، ذکر ودعا اور تقویٰ وطہارت کے ساتھ ساتھ، ہر موقع پر پیش آنے والے تقدیری فیصلوں پر تسلیم ورضا کا معاملہ کرنا، نیز (حسبِ موقع اور تقاضا) شکر، یا صبر اور حسنِ تدبیر وغیرہ کو اِختیار کرتے رہنا، یہ سب مطلوب اَعمال ہیں، باقی اُن کے اَصل نتائج وثمرات "آخرت" ہی میں ظاہر ہوں گے۔

البتہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اِیمان واَعمال صالحہ اور جہاد فی سبیل اللہ اِختیار کرنے پر کچھ مخصوص نتائج کا وعدہ دنیا میں بھی فرمایا ہے، مثلاً اِجتماعی لحاظ سے اگر یہ اعمال پائے گئے تو خلافتِ اَرضی کا وعدہ ہے، اِسی طرح نماز کی بدولت روزی میں برکت ہوتی ہے، دعاؤں، معوّذات اور صدقات وخیرات کی برکت سے اللہ کی پکڑ اور بلائیں ٹل جاتی ہیں، اور موذی بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے، تقویٰ اور استغفار کی برکت سے عمومی عذاب نہیں آتا، اور جو کوئی مشکل پیش آتی ہے تو اس میں غیبی مدد شاملِ حال رہتی ہے، درود شریف کی برکت سے مؤمن کو ہمہ وقت فرحت اور نشاط رہتا ہے، ذہنی تناؤ وغیرہ پیش نہیں آتا..... وغیرہ ،وغیرہ۔ جیسا کہ یہ سب مضامین قرآن، حدیث، یا بزرگوں کے آثار میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں۔

اور اِجمالی طور پر اِس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ اِرشاد ہی کافی ہے: أَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ، الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَى لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ[الرعد ۲۸-۲۹]

سن لو! اللہ کی یاد ہی سے قلوب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اُن کے لیے خوش عیشی بھی ہے اور نیک انجام بھی۔

اِسی طرح نیک اعمال نہ کرنے اور تقویٰ اِختیار نہ کرنے پر اللہ کی طرف سے یہ وعید بھی وارِد ہوئی ہے: وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا[طہ ۱۲۴]

اور جس نے میرے ذکر سے اِعراض کیا تو اُس کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔

بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک ہے کہ بعض اَعمال کی برکت سے انسان کی تقدیر بھی بدل جاتی ہے، حضرت سلمان فارسیؓ سے مرفوعاً روایت ہے: لا يَرُدُّ القَضاءَ إلا الدُّعاءُ، ولا يَزِيدُ في العُمُرِ إلا البِر[ترمذی ۲۱۳۹]

تقدیر کو دعاء کے علاوہ کوئی چیز نہیں بدل سکتی، اور عمر میں اِضافہ حسنِ سلوک کے علاوہ کوئی چیز نہیں کر سکتی۔

اور حضرت ثوبانؓ کی روایت میں بھی یہی مضمون اِس زیادتی کے ساتھ وارِد ہوا ہے: ”وَإنَّ الرجلَ لَيُحرَمُ الرِّزقَ بالذَّنبِ يُصِيبُه“[ترمذی ۳۰۶۹]

اور بعض مرتبہ آدمی کے لیے کوئی رزق مقدر کیا جاتا ہے، مگر وہ کوئی ایسی غلطی کر بیٹھتا ہے کہ پھر اُس کو اُس رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہمارے بعض اَعمال اور اَحوال، بعض مرتبہ تکوینی فیصلوں اور تقدیری نوشتوں پر بھی اثر انداز ہو جاتے ہیں!۔

البتہ عمومی قانون اور نظام وہی ہے کہ اچھے برے تمام اَعمال و اَحوال کے بدلے اور نتیجے کی اصل جگہ ”آخرت“ ہے، ”دنیا“ اَصلاً دار العمل اور دار الامتحان ہے، دار الجزاء نہیں۔

اللهم وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وتَرضَى، واجْعَلْ آخِرَتَنا خَيرًا مِنَ الأُولَى، ولا حولَ ولا قوةَ إلا بالله العلي العظيم۔ (جاری)

شانِ مسلماں

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مولانا مفتی محمد حیان بیگ
استاذ شعبۂ تفسیر مظاہر علوم سہارنپور

دورِ حاضر میں اہلِ اسلام کو پورے عالم میں جن مشکلات اور مصائب کا سامنا ہے، وہ یقیناً حد درجہ جاں گسل اور روح فرسا ہیں، دنیا کے مختلف مقامات میں دشمنانِ اسلام ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں، ظلم بالائے ظلم یہ ہے کہ ان سب زیادتیوں کے باوجود انہیں کو مجرم اور دہشت گرد بھی قرار دیا جارہا ہے، پورا عالمی میڈیا روز وشب اسی تگ ودو میں ہے، دوسری طرف فکری یلغار بھی پوری شدومد سے جاری ہے۔

مسلمانوں کے لیے ان کی شریعت ہی سب کچھ ہے، اور یہی ان کی معاشرتی زندگی کی اساس ہے، دشمن ہر قیمت پر اِن کو اس متاعِ عزیز سے محروم کرنا چاہتے ہیں، انسدادِ دہشت گردی کے عنوان پر بربریت کی جو آزادی ان ظالموں کو ملی ہوئی وہ انہیں مزید بے خوف بناتی ہے، بین الاقوامی قوانین اور مسلمہ دستاویزات کی حیثیت قلم وقرطاس سے باہر کچھ بھی نہیں، انسانیت اور نظام وقانون کی رات دن دُہائی دینے والے علی الاعلان تمام قوانین کی دھجیاں اڑارہے ہیں، جملہ انسانی قدروں کو بے دریغ پامال کررہے ہیں، ان کے یہ انسانیت سوز مظالم سفاکیت اور حیوانیت کا جو نظارہ پیش کررہے ہیں وہ بلاشبہ صفحاتِ تاریخ پر ایک بدنماداغ ہے۔

ان حالات میں یقینِ محکم کے ساتھ اپنے دین وشریعت کو مضبوطی سے تھامنا ہر ایک مسلمان کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے، اس رنجور منظر نامہ میں مایوسی اور ناامیدی کے جذبات ذہنی افق پر نمایاں ہونے لگتے ہیں، حوصلے اور جذبات سرد پڑجاتے ہیں، قوتِ عمل اور قوتِ مدافعت بھی مضمحل ہونے لگتی ہے، معمولی سے معمولی مصیبت بھی سرما کی شبِ دیجور معلوم ہوتی ہے، ان حالات میں ایمان ویقین کی حفاظت بڑی عزیمت کا کام ہے۔

گردشِ ایام کا شکوہ کرنے اور منصوبہ بندی اور سعیِ پیہم چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے، اور ہر حادثہ پر تقدیر کا بہانہ بہانے سے مسائل حل ہونے کے بجائے مزید ابتر ہوں گے؛ نفسیاتی شکست کسی جنگ میں

شکست کھاجانے سے زیادہ جانکاہ ہوتی ہے۔

عرفی! گر بگریہ میسر شود وصال		صد سال می تواں بتمنا گریستن

عرفی! اگر محض رونے سے وصال یار میسر ہوجائے، تواسی آرزو کے ساتھ ہمیشہ رویا جاسکتا ہے۔

لہٰذا ان حالات میں ہمیں شمعِ امید کو فروزاں کرنا، اور قرآن وسنت کی روشنی میں یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ اسلام کا ستارہ کبھی غروب نہ ہوگا، ہر حال میں وہ یومِ سعید آکر رہے گا جس میں یہ سر چڑھتی طاقتیں پاش پاش ہوں گی، اور ان کے بلند وبالا قلعے ریت کا ڈھیر ثابت ہوں گے، غرور وتکبر کے سارے صنم مسمار ہوں گے، کفر وشرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھٹ جائیں گے، درد وکرب میں مبتلا لوگوں کی بے کلی زائل ہوگی، اور صبحِ نو بہر حال طلوع ہوگی، اسلام کا نور اکنافِ عالم میں جھلملائے گا، قرآن عظیم میں بیان کی گئی ایک ایک خبر حرف بحرف صادق آئے گی۔

مصائب وآلام کے ان مواقع پر ہر دور میں منافقین اور دشمنان کا یہ وتیرہ رہا ہے کہ کسی بھی طرح مسلمانوں کے درمیان سراسیمگی کا ماحول قائم کرکے ان کے عزم وحوصلہ کو مفلوج کردیا جائے، اور ان کو یہ باور کرایا جائے کہ یہ تمہارا دائمی مقدر ہے، اور حالات کی بہتری کی امید اب باقی نہیں رہی، لہٰذا کسی بھی قسم کی کوئی اصلاحی کوشش کرنا، یا جان ومال کا نذرانہ پیش کرنا بے سود اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، اور آنے والا کل آج سے بھی زیادہ بھیانک ہے، ایسے لوگوں کا مشن ہی مسلمانوں کو مایوسی کے دلدل میں دھکیلنا، ان کی حوصلہ شکنی کرنا اور باہمی فتنوں کا فروغ دینا رہا ہے، قرآن وحدیث میں ایسے بدباطن لوگوں کے اوصاف جابجا بیان کیے گئے ہیں۔

ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ - وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ - وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ۔

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنھوں نے کفر اپنالیا ہے، اور جب ان کے ساتھی جب کسی سرزمین میں سفر کرتے ہیں یا جنگ میں شامل ہوتے ہیں تو یہ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ: اگر وہ ہمارے پاس ہوتے (جنگ میں نہ جاتے) تو نہ مرتے اور نہ شہید کیے

جاتے (ان کی اس بات کا) نتیجہ تو (صرف) صرف یہ ہے کہ اللہ ایسی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت کا ذریعہ بنا دیتا ہے (ورنہ) موت وحیات تو اللہ دیتا ہے، اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔اور اگر تم اللہ کے راستے میں شہید کر دیے جاؤ یا طبعی موت مرجاؤ تب بھی اللہ کی طرف سے ملنے والی مغفرت اور رحمت ان چیزوں سے کہیں بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے :

الَّذِيْنَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا قُلْ فَادْرَؤُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِيْنَ۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے شہید بھائیوں کے بارے میں بیٹھے بیٹھے یہ باتیں بناتے ہیں کہ: اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے۔آپ کہہ دیجیے کہ: اگر تم سچے ہو تم خود اپنے اوپر سے موت کو ٹال کے دکھاؤ۔(سورۂ آلِ عمران)

جس کے دل میں ایمان ویقین کا نور ہو، اور قرآن وحدیث کی حقانیت پر اسے مکمل شرحِ صدر ہو وہ سخت سے سخت حالات میں بھی مایوس یا خوف زدہ نہ ہوگا۔

خدا تعالی کا ارشاد ہے:

يُرِيْدُونَ أَن يُطْفِؤُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلاَّ أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ - هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ کو اپنے نور کی تکمیل کے سوا ہر بات نامنظور ہے، خواہ کافروں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار گذرے۔وہی تو اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کر دے، چاہے مشرکین کو یہ بات ناپسند ہو۔(سورۂ توبہ)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے

عن تميم الداري قال: سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: {ليبلغنّ هذا الأمر ما بلغ الليلُ والنهارُ، ولا يترك الله بيتَ مدر ولا وبر إلا أدخله الله هذا الدين بعزّ عزيز، أو بذلّ ذليل، عزًّا يعزّ الله به الإسلامَ، وذلاً يذلّ الله به الكفرَ۔} وكان تميم الداري يقول :قد عرفتُ ذلك في أهل بيتي، لقد أصاب من أسلم منهم الخير والشرف والعزّ، ولقد أصاب من كان منهم كافرًا

الذلّ و الصغار و الجزية۔ (مسند أحمد بن حنبلؒ، رقم ۱۶۹۵۷)

حضرت تمیم داریؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ دین ہر اس جگہ تک پہنچ کر رہے گا جہاں دن اور رات ہوتے ہیں (یعنی دنیا کے کونے کونے تک) اور اللہ کوئی کچا پکا گھر ایسا نہیں چھوڑے گا جہاں اس دین کو داخل نہ کردے، خواہ اسے عزت کے ساتھ قبول کرلیا جائے، یا اسے رد کرکے ذلت قبول کرلی جائے، عزت وہ ہوگی جس سے اللہ تعالی اسلام کو سرخرو کرے گا، اور ذلت وہ ہوگی جس سے اللہ کفر کو ذلیل کرے گا۔ حضرت تمیم داریؓ فرماتے ہیں کہ: مجھے حضور ﷺ کی یہ بات اپنے خانوادہ میں بھی نظر آئی، ان میں سے جو مسلمان ہوگیا اسے بھلائی، شرافت، عزت نصیب ہوئی، اور جو ان میں سے کافر رہا اسے ذلت، حقارت، اور جزیہ سے دوچار ہونا پڑا۔

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ اور حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اسلام ہر حال میں سرخرو ہوگا، اور اطرافِ عالم میں یہ دین عام و تام ہوگا۔

اہم بات: موجودہ عالمی منظر نامہ میں علماء اور ائمہ کرام پر بحیثیت وارثینِ انبیاء ہونے کے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قرآن وحدیث اور تاریخِ اسلامی کی روشنی میں امید وحوصلہ، شجاعت و پامردی کو زندہ کریں، اور خوف، مایوسی، اور بزدلی کے ماحول کا ازالہ کریں۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ		مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں		مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیرِ الٰہی

ان شاء اللہ تعالی آئندہ شماروں میں سلسلہ وار اس موضوع پر آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ شریفہ، اور تاریخِ اسلام سے کچھ منتخب احوال وواقعات کو ذکر کیا جائے گا۔

أولٓئك آبائي

مولانا تھانوی رح کی مشہور فقہی تصنیفات

ایک مختصر جائزہ

محمد عابد حسین جامعہ عالیہ کلکتہ

تصنیفات کے میدان میں آپ کی مقبولیت:

مولانا تھانوی کی تفسیر وحدیث اور فقہی شاہ کار تصنیفات اسلامی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہیں، آپ کی علمی کاوشیں اور آپ کے اصلاحی وتجدیدی کارنامے آپ کی وفات کے سو سال گزرنے کے بعد آج بھی زندہ اور راہنما ہیں، بلکہ اگلی کئی صدیوں تک ان کی اس محنت کا ثمرہ باقی رہے گا (انشاء اللہ)

مولانا تھانویؒ نے مختلف موضوعات پر علمی تصنیفات، تقریریں ومواعظ، خطوط وملفوظات پر ایک عظیم الشان سرمایہ امت کے سامنے پیش کیا اور تقریباً ایک ہزار کتابیں لکھ کر ایک اسلامی لائبریری تیار کردی، ایک طرح سے دنیا کے سامنے یہ ایک تاریخی ریکارڈ ہے۔ برصغیر کے اندر مولانا کے علاوہ اب تک دوسری کوئی ایسی شخصیت پیدا نہیں ہوئی جو اس ریکارڈ کے قریب پہونچ سکے۔

اسلامی علوم وفنون کے اس وسیع وعریض میدان میں کوئی ایسا فن نہیں ہے کہ جس فن میں مولانا تھانوی نے کوئی نہ کوئی کتاب یا رسالہ تصنیف نہ کیا ہو۔

بقول مفتی محمد شفیع صاحبؒ:

> سیدی وسندی مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی قدّس سرّہ کو اللہ تعالی نے احیاء سنّت اور تجدید دین کی جن خدمتوں کے لئے پیدا فرمایا تھا، ان کا ایک اہم شعبہ تصنیف وتالیف اور مواعظ وملفوظات کا سلسلہ ہے، جس کی عظمت وکثرت آخری صدیوں میں اپنی نظیر نہیں رکھتی، آپ کی تصانیف میں اول سے آخر تک ایک چیز کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ یہ تصانیف محض علمی مشغلہ کے طور پر تصنیف برائے تصنیف نہیں، بلکہ امت کی پیش آنے والی ضروریات پر گہری نظر اور قلبی تأثر کے نتائج اور ہر دکھتی ہوئی رگ کا علاج ہیں۔ پھر تصانیف کے وسیع وعریض دائرہ میں علوم

اسلامیہ میں سے کوئی علم وفن نہیں چھوٹا جس میں آپ کی تصنیف نہ ہو، خصوصاً تفسیر قرآن، تصوف اور فقہ آپ کے مخصوص فن تھے جن میں آپ کی اکثر تصانیف دائر ہیں۔ ان تینوں فنون میں آپ کے مجددانہ مآثر میں مقبولیت عامہ اور توفیق ایزدی اور قبول الٰہی کے آثار مشاہد ہوتے ہیں۔

(مقدمہ امداد الفتاوی ۱/۵۱-۵۲)

فقہی میدان میں آپ کی خدمات:

خاص طور پر علم فقہ وفتوی پر آپ کی محققانہ علمی تحریریں اور مجتہدانہ کاوشیں جاری رکھنے کے لئے اور فقہ اسلامی کے جدید مسائل کو فروغ دینے اور ان کا صحیح اور محققانہ حل پیش کرنے کے لئے آپ اپنے شاگردوں کے ذریعہ ایک فقہی اکاڈیمی تیار کردی، جنہوں نے اسلامی قانون کی باریکیاں اور نزاکتوں کو سمجھنے اور اس کی چھان بین کرنے میں اپنے ساری محنتیں صرف کردیں اور فقہ ومسائل کے اندر پیدا شدہ فکری جمود وپیچیدگی کو آسان بنا کر امت مسلمہ کے سامنے پیش کرنے کی محمود کوشش کی، علماء کے درمیان فکری وعلمی تبادلہ خیال کے رجحانات کو فروغ دیا۔

ان فقہی خدمات کے میدان میں آپ اپنے ہم عصروں سے ممتاز ومنفرد نظر آتے ہیں، کیونکہ مولانا تھانوی کوئی عام قسم کے مفتی نہیں تھے بلکہ اللہ تعالی نے ان کو علم فقہ کی عظیم خدمات انجام دینے کیلئے منتخب فرمایا تھا۔ زمانہ طالب علمی ہی سے انھیں علم فقہ سے خاص رغبت تھی، آپ ہمیشہ علم فقہ کی ہر ایک مسائل کی باریکیاں و نزاکتوں کو جاننے اور اس کو سمجھنے کی جستجو میں لگے رہتے تھے، لہٰذا مولانا نے ایک طویل عرصہ تک فن فقہ کے ماہرین اور اصحاب علم کی صحبت ومعیت میں رہ کر اس فن کی نزاکتوں کو سمجھنے کی کوشش کی، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے آپ کو علم فقہ میں ایسا ملکہ عطا کیا تھا جس کی بنا پر آپ تیرہ سو صدی ہجری کے فقہی مجتہد بنے۔

مولانا تھانویؒ کی چند مشہور فقہی تصنیفات

فقہی موضوع پر مولانا تھانوی نے چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں ورسالہ تحریر فرمائے ہیں یہاں پر اگر ان تمام کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو ایک مستقل کتاب ہوگی، اس لئے نمونہ کے طور پر چند مشہور وممتاز کتابوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کتابوں سے امت مسلمہ استفادہ کررہی ہے، اور آئندہ بھی کرتی رہے گی۔

اعلاء السنن

آپ نے تصنیفات کے میدان میں جتنی خدمات انجام دیں ہیں ان میں سے یہ کتاب سب سے اہم

کتاب شمار کی جاتی ہے جو آپ کی کئی سالوں کی تمنّا اور کئی برسوں کی محنتوں کا خلاصہ ہے۔تقریباً پچیس تیس سالوں کی طویل مدت میں یہ علمی شاہکار منصۂ شہود پر آیا،جس کی تصنیف وطباعت پر اُس زمانہ میں تقریباً چالیس ہزار روپے کا صرفہ آیا، جو گیارہ جلدوں میں انتہائی اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا۔ پھر آپ نے ملک کے مشہور علماء کرام اور مختلف دارالافتاء کو اس کے نسخے ارسال فرمائے اور آپ نے اپنے خاص خاص لوگوں کو اس کی توسیع واشاعت کی ترغیب دی۔ (اشرف السوانح اٹھارہواں باب ۴/۷۱)

بظاہر یہ کتاب آپ کے بھانجے اور تلمیذ رشید حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ کے قلم سے لکھی گئی ہے،لیکن درحقیقت یہ کتاب آپ کے افادات، ملاحظات وتفہیمات ہی کا مجموعہ تھا۔

بہشتی زیور

یہ کتاب مولانا تھانوی کی لکھی ہوئی نسوانی مسائل واحکام کا بے نظیر مجموعہ ہے۔ مولانا کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ شائع ہونے والی کتاب ہے جو ہر زبان میں شائع ہوئی ہے، یہ ہر گھر کی زینت بلکہ ہر ہر گھر کی ضرورت میں سے ہے،حتی کہ عام فہم زبان میں عورتوں کے مسائل کا سب سے بڑا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس میں خواتین کی ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہیں، ایسی ایک جامع کتاب لکھ کر گویا آپ نے اپنے فقہی مجدد ہونے کی دلیل دنیا والوں کے سامنے پیش کر دی۔ وقت کے تقاضہ کے مطابق عورتوں کی مسائل اور ان کی خانگی ضرورت کیلئے ایسی ایک کتاب کی سخت ضرورت بھی تھی۔ (اشرف السوانح اٹھارہواں باب ۳/۴۸۱)

یہ کتاب خاص طور پر معاشرتی ضرورت کی تکمیل پر لوگوں کو آگاہ کرتی ہے اور انسانی سماج سے مولانا تھانوی کی کتنی گہری وابستگی تھی اس کو ظاہر کرتی ہے۔ خانقاہ کو آباد کرنے والے مشائخ عام طور پر معاشرتی مسائل سے الگ رہتے ہیں، مگر یہ تصور بالکل صحیح نہیں، مشائخ کو دنیا میں رہ کر بھی حب دنیا سے پاک ہونا چاہئے، مگر مشائخ کو بحیثیت مصلح انسانی اور نائب رسول ہونے کے معاشرتی ضروریات ومسائل اور ان کے حل سے پوری طرح باخبر ہونا چاہئے۔ مولانا تھانوی کی یہ کتاب اس کی واضح مثال ہے۔

مولانا تھانوی نے عورتوں کی خانگی زندگی میں روزمرہ پیش آنے والے ضروری مسائل کو ایک کتابی شکل میں جمع کرنے کے لئے مولانا احمد علی فتح پوری کو ذمہ داری دی تھی، لہٰذا مولانا نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بہشتی زیور کے شروع کے پانچ حصے تحریر فرمائے لیکن مکمل ہونے سے پہلے کم عمری میں

اچانک ان کا انتقال ہو گیا۔اس کتاب کی تصنیف میں مولانا احمد علی فتح پوری کے ساتھ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ بھی جزوی طور پر شریک رہے ہیں۔اور اس کا گیارواں حصہ جو مولانا عبد الشکور لکھنوی کی کتاب ''علم الفقہ'' کا ملخص ہے جس کو خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے تیار کیا ہے۔ان کے علاوہ جناب حکیم محمد مصطفی بجنوریؒ نے بہشتی زیور کا حصہ نہم تحریر فرمایا اور اس کے اندر ہر قسم کے امراض کے متعلق اپنے خاص خاص مجربات جمع فرمائے اور نہایت مفید در مفید معالجات وتدبیراتِ طبّیہ درج فرما کر آپ نے صرف مسلمانوں پر ہی نہیں بلکہ پورے عالم انسانیت پر بہت بڑا احسان فرمایا،کیونکہ آپ کے بتائے ہوئے معالجات و تدبیرات کو استعمال کر کے صدہا مریض صحت یاب ہوئے ہیں۔

اس کی تصنیف کا آغاز ۱۳۲۰ھ میں ہوا۔اور اس کی پہلی طباعت رنگون کے مدرسہ نسواں کے مہتمم سیٹھ صاحب اور جناب مولانا عبد الغفار صاحب لکھنوی کی صاحب زادی (جو حکیم عبد السلام داناپوری کی اہلیہ تھیں) کے تعاون سے ہوئی۔

الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی فن فقہ میں جتنی تصنیفات ہیں ان میں سے ایک شاہ کار اور اہم ترین تصنیف الحیلۃ الناجزہ ہے،اس کتاب کے اندر آپ نے احکام طلاق ونظام شرعی عدالت،خواتین کو طلاق کے حقوق،لاپتہ شوہر،مجنوں ونامردوں سے چھٹکارہ پانے کا طریقہ نیز نابالغہ کے فسخ نکاح،حرمت نکاح کے رشتے اور مسلم پرسنل لا پر جامع ومدلل تحقیقات پیش کی ہیں۔

آپ کی یہ اہم تصنیف رسالہ **الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ** جس میں ان مظلوم عورتوں کی رہائی کے لئے شرعی صورتیں بتلائی گئیہیں جن کے شوہر مفقود الخبر یا غائب ہو گئے ہوں یا عنین ہوں،یا موجود ہوتے ہوئے بھی نان نفقہ یا دوسرے حقوق ادا نہ کرتے ہوں،ہندوستان میں قاضی شرعی نہ ہونے کے سبب ایسی عورتیں تنگ آ کر کہیں مرتد ہونے لگیں،کہیں فحش اور بے حیائی میں مبتلا ہونے لگیں،اس بڑی مصیبت کو دیکھ کر حضرت مولانا کو توجہ ہوئی کہ ان کے لئے رہائی کی شرعی صورتیں غور وفکر کر کے نکالی جائیں،چنانچہ مذاہب اربعہ کی کتابوں کا مطالعہ اور پھر مالکی المذہب علماء مدینہ طیبہ سے چار پانچ سال تک مسلسل خط و کتابت پھر مشاہیر علماء ہند سے مشورہ لے کر مسودہ تیار کیا گیا،مسودہ کی تیاری میں مولانا

عبدالکریم صاحب گمتھلوی اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سے کام لیا گیا اور بعد تیاری پہلی مرتبہ اپنی طرف سے طبع کرا کر مفت اشاعت کی گئی۔

مولانا نے اس کتاب کے مقدمہ کے اندر وجہ تالیف خود بیان فرمایا ہے کہ :

حمد وصلاۃ کے بعد عرض ہے کہ یہ رسالہ چند فتاویٰ کا مجموعہ ہے جس میں تفویض طلاقِ منکوحہ کا مسئلہ ہے یعنی نکاح کے وقت بیوی کو حق طلاق سپرد کر دینے کا مسئلہ ہے جو رسالہ کا پہلا جز ہے۔ اس میں حنفیہ کے مذہب کے مطابق فتوی ہے اور اس کے دوسرے جز میں مذہب مالکیہ مدینہ منورہ کے مفتیان کرام ہیں جن میں سے بعض اجزاء فقہ حنفی میں بھی پائے جاتے ہیں اور بعض اجزاء مذہب مالکیہ کے فقہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور ان رسائل کو جمع کرنے کی دو وجہ ہیں۔ پہلی وجہ ان اعتراضات کا جواب دینا مقصود ہے جو کہ عورتوں کی تکالیف سے متعلق ہے جن کا تعلق شوہر سے ہے جس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔ یعنی شوہر کا گم ہونا، مجنون ہونا، عنین یعنی نامرد ہونا، وسعت کے باوجود بیوی کو نان ونفقہ نہ دینا وغیرہ وغیرہ۔ (مقدمۃ الحیلۃ الناجزۃ، مکتبہ رضی دیوبند، ص ۲۶)

احکام القرآن

اس کتاب کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ تقریباً ۱۳۵۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں یہ تجویز ہوئی کہ جس طرح حدیث کی اہم کتابوں کا دورہ ایک سال میں پڑھایا جاتا ہے اسی طرح دورہ تفسیر کے نام سے تفسیر کی اہم کتابیں ایک سال میں پڑھائی جائیں اور ساتھ ہی یہ بھی تجویز ہوئی کہ دورہ تفسیر کا افتتاح حضرت مولانا تھانوی سے کرایا جائے اس کی درخواست کرنے کے لئے دیوبند سے علماء کا ایک وفد جس کے امیر حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی تھے، تھانہ بھون حاضر ہوئے، اور اس بات کا تذکرہ کیا کہ دورہ تفسیر کے نصاب میں بیضاوی کامل، ابن کثیر کامل تجویز ہوئی ہے اور حنفیہ کے مسلک کی توضیح کے لئے تفسیر مدارک رکھنے کا تذکرہ آیا لیکن حضرت والا نے فرمایا کہ ایسی آیات بہت کم ہیں جن میں ائمہ کا باہمی اختلاف ہے اس کے لئے اس غرض کے واسطے پوری مدارک پڑھانے کے بجائے اگر ان آیات کا انتخاب پڑھا دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ سب حضرات نے اس تجویز کو پسند کیا اور اس خیالی تصنیف کا نام بھی اسی وقت حضرت نے "**دلائل القرآن علی مسائل النعمان**" فرما دیا۔

کام شروع ہونے کے ساتھ بہت سے ایسے احکام سامنے آئے جن پر بلا تکلف آیت دلالت کرتی ہے، مگر جن حضرات نے آیات احکام پر مستقل کتابیں لکھی ہیں انہوں نے ان کو کسی سبب سے ضبط نہیں کیا ہے، اس لئے اب مولانا تھانوی کی رائے یہ ہوگئی کہ اس تصنیف کا موضوع عام کر دیا جائے، یہ صرف دلائل حنفی نہیں بلکہ مطلق احکام

خواہ احکام فقہیہ ہوں یا عقائد وتصوف اور اخلاق وتمدن سے متعلق ہوں سب ضبط کئے جائے، بالخصوص جن احکام میں مغربی تمدن اور نئی تعلیم کے اثر سے شبہات پیدا کئے جاتے ہیں ان پر اہتمام سے کلام کیا جائے اور فرمایا کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دلائل القرآن علی مسائل النعمان کو چھوڑ دیا گیا، نہیں بلکہ وہ بھی احکام القرآن کا جز ہوگا۔ بعد تکمیل تصنیف اس موضوع کی آیات کا انتخاب کر کے دلائل القرآن کے نام سے جداگانہ کتاب تیار ہو جائے گی۔

لیکن اس حالت میں بھی احکام القرآن کے متعلق دریافت فرماتے اور اس کے متعلق افادات کا سلسلہ جاری تھا یہاں تک کہ ماہ رجب کے ۱۷ تاریخ کو جس میں مولانا تھانوی کو وفات ہوئی، اس سے ۱۴ دن پہلے یعنی اسی مہینے کی ۳؍ تاریخ میں مولانا مفتی شفیع صاحب نے سورہ قصص شروع کی اور حضرت کو اطلاع دی تو حضرت نے اس سورہ کی ایک آیت پر نہایت عجیب وغریب تقریر فرمائی جس کو مولوی شفیع صاحب نے منضبط کر لیا، مگر افسوس ہے کہ کلام کی تکمیل حضرت کی حیات میں مقدر نہ تھی، مولانا کی وفات کے کچھ عرصہ تک حضرت کے انتقال کی وجہ سے تو خدام کے دل ودماغ اس قابل ہی نہ تھے کہ مستقل کام ونظام میں غور کریں، کچھ عرصہ کے بعد جب کچھ طبیعت سنبھلی اور اس کام کا دھیان آیا تو ایک عالم حیرت سامنے تھا، کام کی اہمیت اور حضرت والا کے شغف کا مقتضیٰ یہ کہ اس کو جس طرح بھی ہو سکے بہتر سے بہتر بنا کر جلد سے جلد تمام کیا جائے اور ادھر جو افادات اس تصنیف کی روح تھے ان کے منقطع ہو جانے نے کمر ہمت توڑ دی لیکن بالآخر ترجیح اس کو ہوئی کہ حضرت کے بتلائے ہوئے اصول پر تصنیف کی تکمیل ہو، چنانچہ الحمدللہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اسی طرح مولانا ظفر احمد صاحب اور مولانا جمیل احمد صاحب اور مولانا ادریس صاحب اپنے اپنے حصہ کی تکمیل میں بقدر فرصت مشغول ہوئے۔ حق تعالیٰ شانہ کی مدد سے اس کتاب کی تکمیل فرمائی۔

اسی قسم کی تصانیف کے سلسلہ میں دو کتابیں اور قابل ذکر ہیں جن کی ابتداء تو خود مولانا نے اپنے قلم سے ضبط فرمادی تھی، ان کا نام بھی تجویز فرمایا تھا لیکن ضعف کی وجہ سے کے اس کی تشکیل وترتیب نہ ہو سکی تھی۔ ایک ”القول المنصور فی ابن المنصور“ جس میں ابن منصور حلاّج کے حالات اور ان کے متعلق معتدل اور منصفانہ فیصلہ فرمایا گیا ہے۔ دوسری ”ایدی الهادی عن حید الحادی“ جس میں خلود فی النار کا ثبوت اور ابن قیم کے ایک رسالہ کا جواب ہے۔ ان دونوں کتابوں کے متعلق حضرت والا نے اپنی وصیت نامہ میں یہ درج فرما دیا ہے کہ میں اپنے متعلق اہل علم کو عموماً اور مولوی ظفر احمد صاحب، مولوی محمد شفیع صاحب دیو بندی کو خصوصاً وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان دونوں کتابوں کی

تکمیل کردیں، حق تعالیٰ کی قدرت کہ ان دونوں کی تکمیل حق تعالیٰ نے حضرت کے سامنے ہی کرادی جس سے حضرت والا بہت مسرور ہوئے، پہلی کتاب "القول المنصور فی ابن المنصو کو مولانا ظفر احمد صاحب نے مکمل فرما دیا اور دوسری کتاب کے متعلق مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی نے ایک مفصل رسالہ الدین القیم لکھ کر حضرت کو دکھلایا تو حضرت والا نے اس رسالہ کو اس کتاب کی جگہ کافی قرار دیا۔ (اشرف السوانح ۴/ ۲/ ۷۲-۷۶)

امداد الفتاوی

یہ کتاب مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ایک عظیم ترین فقہی واجتہادی کارنامہ ہے، جو فقہ وفتاوی کی دنیا میں ایک مشہور ومعروف مجموعۂ فتاوی ہے، جس میں جدید وقدیم ہر قسم کے مسائل موجود ہیں، جس کی ہر ہر سطر سے فقہی بصیرت ومجتہدانہ شان ٹپکتی ہے۔ یہ کتاب دراصل مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ان متفرق فقہی رسائل و فتاوی کا مجموعہ ہے جن کو آپ نے مختلف اوقات میں مختلف امور کے مدنظر مرتب کیا تھا، مولانا نے اپنی زندگی میں اس کو چار جلدوں میں مرتب کر کے مطبع مجتبائی دہلی سے سن ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا۔ پھر اس کے بعد فتاوی تتمّات کے نام سے وقفہ وقفہ شائع ہوتے رہے، بعد میں نئی ترتیب کے ساتھ ان سب کا مجموعہ چھ جلدوں میں سن ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں مولانا مفتی شفیع صاحبؒ نے کراچی سے شائع کیا۔

امداد الاحکام

یہ کتاب دراصل امداد الفتاوی کا تکملہ ہے، امداد الفتاوی مولانا اشرف علی تھانویؒ کے زمانہ طالب علمی سے لیکر ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء تک کے فتاوی کا مجموعہ ہے۔ اور ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء کے بعد سے آپ کی آخر عمر تک کہ تمام فتاوی کا مجموعہ امداد الفتاوی کے تکملہ کے طور پر چار جلدوں میں "امداد الاحکام" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جس کے اندر تقریباً سوا دو ہزار مسائل ہیں۔ اس مجموعہ کو حضرت مولانا ظفر احمد عثانی اور حضرت مولانا عبد الکریم گمتھولی نے مرتب کیا تھا، پھر طبع جدید ۲۰۰۹ء میں نہایت اہتمام کے ساتھ مکتبہ دار العلوم کراچی سے شائع کیا گیا ہے۔

بوادر النوادر

یہ کتاب تفسیر وحدیث، فقہ، علم کلام، اور تصوف کے نادر علمی مضامین پر مشتمل مولانا اشرف علیؒ کی زندگی کی آخری شاہ کار تصنیف ہے، علم وحکمت کا نایاب خزینہ اور معارف واسرار کا بیش قیمت گنجینہ ہے،

چونکہ یکجا نہ ہونے کی بنا پر ان سے استفادہ آسان نہ تھا، اس لئے مولانا نے تین سو نادر علمی مضامین کو ایک کتابی شکل میں جمع کرنے کا حکم دیا، اور اس کتاب کا نام ''بوادر النوادر'' تجویز فرمایا۔ یہ کتاب مولانا کی آخر حیات میں طبع ہو گئی تھی۔

اس کتاب کے بارے میں مولانا کے خلیفہ و مجاز حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب مآثر حکیم الامت میں بیان فرماتے ہیں:

مولانا کے وصال سے شائد ایک ہفتہ یا عشرہ قبل یہ کتاب بوادر النوادر طبع ہو کر آئی۔ جن صاحب نے طبع کرائی تھی، انہوں نے خود اس کتاب کے بیس نسخے آپ کی خدمت میں ہدیۃً ارسال کئے تھے۔ کتابیں جس وقت پیش کی گئیں مولانا اٹھ کر بیٹھ گئے اور مسرت ظاہر کرتے ہوئے کتاب پر ہاتھ رکھ کر فرما رہے تھے کہ میری جان ان کے انتظار میں اٹکی ہوئی تھی پھر ان کتابوں کو چند مخصوص احباب میں تقسیم فرمایا۔ (مآثر حکیم الامت ۶۷)

اس کتاب میں اہم ترین مسائل فقہیہ پر بصیرت افروز روشنی ڈالی گئی۔ یہ علمی شاہکار سب سے پہلے محمد عبد الکریم صاحب نے کراچی سے ۱۳۵۹ھ میں طبع کروایا۔ اور دوسری بار مولانا مفتی شفیع صاحب نے ۱۳۶۵ھ میں کچھ مفید حواشی کے اضافہ کے ساتھ شائع کرایا۔ یہ کل آٹھ سو پینسٹھ صفحات پر مشتمل ہے، اس کو ادارہ اسلامیات لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ (مقدمہ بوادر النوادر ج ۱)

نیز عرض ناشر کے تحت اس کتاب کی دوسری جلد کے مقدمہ میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

عرض کرنا ہے کہ بوادر النوادر در اصل چار اجزاء سے مرکب ہے اول مسائل: فہرست اول غرائب الرغائب دوسرے مسائل: فہرست دوم الکلم الدالۃ علی الحکم الضّالۃ تیسرے مسائل : فہرست سوم مسمی نوادر چوتھے وہ رسائل مستقلہ جن کا حوالہ کتاب کے تینوں اجزاء میں دیئے گئے ہیں۔

طبع اول میں یہ چاروں اجزاء ایک ہی مجموعہ میں طبع ہوئے تھے جس کی وجہ سے ضخامت کتاب موزونیت کے خلاف زیادہ ہو گئی۔ اس لئے احقر نے طبع ثانی میں اس کو دو جلدوں میں تقسیم کر دیا پہلے دو جزو کو جلد اول اور آخری دو جز کو جلد ثانی قرار دیا اور یہ تصرف چونکہ اصل تصنیف میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا اس لئے اس پر اقدام کی جرات کی گئی ہے۔ (مقدمہ بوادر النوادر ج ۲)

تبرکاتِ اکابر

ملفوظات

از محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب قدس سرہٗ

مرتب: مولانا مفتی شعیب احمد بستوی

معین مفتی دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور

ارشاد فرمایا کہ جب ہم حاکم ضلع کو ناراض کر کے چین سے نہیں رہ سکتے تو احکم الحاکمین کو ناراض کر کے کس طرح چین وسکون سے رہ سکتے ہیں، آج ہر طرف سے پریشانی کی شکایات آرہی ہیں لیکن اصل علاج کیا ہے اس طرف خیال نہیں جاتا، اسباب رضا کی تو فکر ہے۔ مگر ضد رضا یعنی گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اے ابوہریرۃ حرام اعمال سے بچو تم سب سے زیادہ عبادت گذار ہو جاؤ گے اتق المحارم تکن اعبد الناس (الحدیث)

ارشاد فرمایا کہ دین کی باتیں سننے کے بعد اگر یاد نہ رہ سکیں تو بھی ان کا نفع ضرور ہوتا ہے جس طرح ہم کو دو ہفتہ قبل کی غذائیں تو یاد نہیں رہتی ہیں کہ کیا کیا کھایا تھا مگر ان کی طاقتیں ہمارے جسم میں محفوظ ہوتی ہیں۔ اسی طرح دین کی کتابیں دیکھنا اور بزرگوں کا وعظ سننا ہر حالت میں مفید ہے خواہ یاد رہیں یا بھول جائیں ان کے اثرات روح میں باقی رہ جاتے ہیں جن کی طاقت سے اعمال صالحہ کی ہمت اور توفیق ہوتی رہتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک حدیث میں نجات کے تین طریقے ارشاد فرمائے گئے ہیں (۱) اپنی زبان کی حفاظت رکھے (۲) اپنے گھر سے بدون ضرورت شدیدہ کے نہ نکلے، اس کا گھر اس کیلئے وسیع ہونے کا مفہوم یہی ہے (۳) اپنی خطاؤں پر روتا رہے۔ حدیث پاک یہ ہے **عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ لقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت ما النجاة فقال املک علیک لسانک وليسعک بيتک وابک على خطيئتک۔**

ارشاد فرمایا کہ کسی کام میں جلدی نہ کرو ورنہ ندامت ہوگی۔ ہر کام میں حضرت اقدس تھانویؒ کا یہ گُر یاد رہے جو صرف دو لفظوں پر مشتمل ہے (۱) تأمل (۲) تحمل یعنی ہر کام کو سوچ کر کرے اور تحمل سے کام لے۔

ارشاد فرمایا کہ اگر پولس افسر کا بیٹا پٹ رہا ہوتو لوگ کیا سمجھیں گے کہ یا تو پولس افسر کو خبر نہیں یا لوگوں کو معلوم نہیں کہ یہ پولس افسر کا بیٹا ہے۔ یا پولس افسر اس بیٹے سے ناراض ہے جو اس کی ہمدردی نہیں کرتا۔ آج امت مسلمہ کا یہی حال ہے جو نصرت نہیں ہو رہی ہے۔

ہم نے اللہ پاک کو ناراض کر رکھا ہے، گناہوں کا عموم ہے اور روک ٹوک سے بھی ہم غافل ہیں، بنی اسرائیل کی ایک بستی پر عذاب کا حکم آیا تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ایک صوفی عابد بھی اس بستی میں رہتا ہے جس نے آپ کی کبھی کوئی نافرمانی نہیں کی **ان فیھا عبداً لم یعصک طرفا فقط** ارشاد ہوا کہ اس بستی کو پہلے اس پر پھر تمام بستی والوں پر الٹ دو کیونکہ میری نافرمانیاں یہ عابد دیکھتا تھا اور اس کے چہرہ پر ناگواری کا اثر بھی نہ ہوتا تھا **اقلبھا علیہ وعلیھم لم یتمعر وجھہ فیَّ** اس صوفی عابد پر بستی الٹنے کا حکم مقدم فرمایا گیا (جرم کیا تھا گناہوں پر روک ٹوک نہ کرنا)

ارشاد فرمایا کہ اب تو نئی دوکانوں (مکانوں و دیگر اشیاء) پر قرآن خوانی کا رواج شروع ہو گیا ہے یہ سب رسم ہے جو قابل اصلاح ہے، اگر اصلاح نہ کی جائے تو یہ رسومات جڑ پکڑ لیتی ہیں، کیا قرآن شریف دوکانوں وغیرہ کے افتتاح کیلئے نازل ہوا ہے اور یہ مشائخ وعلماء اسی کام کیلئے رہ گئے ہیں برکت کیلئے صرف دو رکعت صلوۃ الحاجۃ پڑھ کر دعاء کر کے کام شروع کر دے۔ یا کسی بزرگ کو خاموشی کے ساتھ لے جائے ان سے درخواست کرے اور وہ دو رکعت پڑھ کر دعاء کر دیں بس سنت کے موافق کام ہو گیا۔

(نوٹ: یہ تمام ملفوظات مجالس ابرار سے ماخوذ ہیں)

واقعات الفتاویٰ

فتاویٰ مظاہر علوم

مفتی بشیر احمد سہارنپوری

نائب مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسجد کی طرح قبرستان میں بھی نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، البتہ چند شرائط کے ساتھ قبرستان میں نماز پڑھنے کی گنجائش ہے: (۱) قبرستان میں جس جگہ نماز پڑھی جائے وہ جگہ پاک ہو۔ (۲) اس جگہ میں قبریں نہ ہوں۔ (۳) وہاں قبلہ کی جانب میں بھی قبریں نہ ہوں، اگر ہوں تو درمیان میں کوئی آڑ یعنی دیوار وغیرہ ہو۔

وكذا تكره فى اماكن كفوق كعبة وفى طريق ومزبلة ومجزرة ومقبرة، قوله "ومقبرة" مثلث الباء، واختلف فى علته فقيل لان فيها عظام الموتى وصديدهم وهو نجس وفيه نظر، وقيل لان اصل عبادة الاصنام اتخاذ قبور الصالحين مساجد، وقيل لانه تشبه باليهود وعليه مشى فى الخانية، ولا بأس بالصلاة فيها اذا كان فيها موضع اعد للصلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة كما فى الخانية ولا قبلته الى قبر حلية (الدر المختار مع رد المحتار ۱/ ۲۵۴)

فون یا واٹس ایپ کے ذریعہ طلاق دینے کا حکم:

کوئی شخص فون کر کے اپنی بیوی کو طلاق دے یا بیوی کو واٹسپ پر لکھ کر طلاق بھیجے تب بھی طلاق ہو جائے گی، اس لئے کہ وقوع طلاق کے لئے بیوی کا روبرو ہونا ضروری نہیں ہے، **والمرأة كالقاضى اذا سمعته او اخبرها عدل لا يحل لها تمكينه الخ۔** (شامی ۲/ ۴۳۲)

ماہواری کو طلاق دینے سے طلاق کا حکم:

ایک شخص نے اپنی بیوی کو صحبت کے لئے بلایا، جس پر بیوی نے اپنے حائضہ ہونے کا عذر پیش کیا، اس پر شوہر نے اس کو کہا: "تیری ماہواری کو طلاق ہے"، تو کیا بیوی کو طلاق ہو گئی؟

اس کا حکم یہ ہے کہ وقوع طلاق کے لئے شرط ہے کہ طلاق کی نسبت بیوی کی جانب ہو، یا اس کے کسی جزء جامع (ایسا جزء جس سے پوری ذات کو مراد لیا جاتا ہو مثلا، راس، رقبہ وغیرہ) یا جزء شائع (غیر معین جزء مثلا نصف، ثلث وغیرہ) کی جانب ہو، ورنہ طلاق نہیں ہوگی، ماہواری نہ بیوی کا جزء جامع ہے اور نہ جزء شائع، اس لئے اس صورت میں طلاق نہیں ہوگی:

وان اضاف الطلاق الی جملتها او الی مایعبر به عنها کالرقبة والعنق والروح والبدن والجسد والفرج والرأس والوجه او الی جزء شائع منها کنصفها وثلثها تطلق والی الید والرجل والدبر لا (کنز الدقائق ص ۱۱۶)

عیدگاہ کرایہ پر دینا:

عیدگاہ نمازِ عید کے لئے وقف ہوتی ہے اس کو کسی کو کرایہ پر دینا واقف کی منشاء کی خلاف ورزی ہے، لہٰذا عیدگاہ کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے، **انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة**۔ (شامی ۳/ ۴۲۳)

لال خط کی رسم اور اس کو پڑھنے کے نذرانہ کو قبول کرنے کا حکم:

شادی کے موقعہ پر لال خط کا رواج ہے، اس میں شادی کی تاریخ لکھ کر بھیجی جاتی ہے، اس موقعہ پر دعوت کا اہتمام بھی رہتا ہے اور جانبین سے لین دین بھی کیا جاتا ہے، وہ خط امام محلہ سے پڑھوایا جاتا ہے، اس خط کے ساتھ بھیجنے والا امام محلہ کے لئے کچھ نذرانہ بھی بھیجتا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ یہ سب رسومات ہیں، جو واجب الترک ہیں، امام محلہ کے لئے اس موقعہ پر خط پڑھنے کے لئے جانے اور اس کے نذرانہ کے قبول کرنے بھی سے احتراز ضروری ہے۔ (اصلاح الرسوم از حضرت تھانوی ص ۱۲)

بٹنہ کی رسم اور اس موقعہ پر پیلے رنگ کے کپڑوں کے اہتمام کا حکم:

شادی کے موقعہ پر یہ بھی رواج ہے کہ لڑکی کے بٹنہ لگانے کے لئے عورتیں جمع ہوتی ہیں اور تمام عورتیں پیلے رنگ کے کپڑے پہننے کا اہتمام کرتی ہیں، پھر بعض جگہ اس موقعہ پر لڑکے ولڑکیوں کا مخلوط اجتماع بھی ہوتا ہے۔

یہ رسم بھی واجب الترک ہے اور لڑکے ولڑکیوں کا مخلوط اجتماع قطعاً ناجائز ہے، البتہ لڑکی یا لڑکا اپنے طور پر بغرض صفائی بٹنہ استعمال کرسکتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: بہشتی زیور ۶/ ۲۳)

اخبار مظاہر

ترتیب: عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

امتحان ششماہی بخیر وخوبی اختتام پذیر

سہارنپور اور نواح میں وبائی بخار اور مختلف بیماریوں کی وجہ سے مدرسہ میں ششماہی امتحانات معمول سے ایک مہینہ مؤخر ہوئے ، اور الحمدللہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ تا ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۱ نومبر تا ۱۴ نومبر ۲۰۲۳ء یہ امتحانات مکمل ہوئے ، تمام طلبہ نے شرکت کی۔

واردین وصادرین

مظاہرعلوم سہارنپور کے سابق امین عام حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنیؒ کی علمی جلالت اور تصنیفی خدمات نے انھیں جو مقبولیت اللہ تعالی نے عطا فرمائی تھی اس کا اندازہ اِس بات سے بخوبی ہوتا ہے کہ ان کے انتقالِ پُرملال کے مہینوں گزر جانے کے بعد ان کی تعزیت کے لئے ملک کے مقتدر حضرات علماء کرام واساطین علم وفضل کی آمد کا سلسلہ اب بھی مدرسہ میں جاری ہے، چنانچہ اسی سلسلہ میں اس ماہ مظاہرعلوم سہارنپور میں جن اہم شخصیات کا ورود مسعود ہوا ان میں حضرت مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی ، حضرت مولانا سید محمود اسعد مدنی ، حضرت مولانا سید بلال عبدالحیی ، حضرت مولانا عبدالمتین منیری بھٹکلی دامت برکاتہم کے اسمائے گرامی خصوصیت سے شامل ہیں، ان کے علاوہ دور دراز اور قرب وجوار کے اکثر مدارس اور دینی وملی تنظیموں کے ذمہ داران حضرات تشریف لائے اور تعزیت مسنونہ پیش کی۔

ماہنامہ مظاہرعلوم کی خاص اشاعت

ماہنامہ مظاہرعلوم سہارنپور کا وفیات نمبر جس کی اشاعت کا اعلان پہلے کیا جاچکا ہے ، جس میں ۲۰۲۰ء سے لے کر اب تک کی معروف علمی ودینی شخصیات کے سوانحی خاکے اور ان کی علمی ودینی خدمات کا تذکرہ ہوگا، اب اس کی ترتیب وتہذیب کا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے اور ان شاء اللہ ایک ماہ میں وہ قارئین کے ہمدست ہوگا۔

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.

URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR







MADRASA MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR-247001 (U.P.) INDIA, PH. 0132-2655542

E-Mail: jamiamazahir@gmail.com